

جملہ حقوق بحق لالہ لاجپت سنگھ ساہنی ولالہ رائے تاجران کتب خانہ محفلیں

۴۵۵

آلہا کھنڈ

(مہا بھارت کے بعد ایک دوسری بھارت لڑائی جس میں کئی خاص حکمران نسل کے شاہی لڑکے ہمیشہ کے لئے سطح عالم سے حروف غلط کی طرح اٹھ کر اسی وجہ سے بھارت کی اگلی رہی سہی عظمت خاک میں مل گئی)

آلہا کی سرفروشی کی داستان۔ اوول کی جان بازی کا پتہ نگر بیان۔ پرتھوی راج کی معرکہ آرائی۔ لاکھن سنگھ ولی عہد قنوج کی دلیرانہ کاروائی۔ دیول دیوی کی پرچوش تقریر رانی بیسلا کی خون رولانے والی تحریر وغیرہ

ریاضی

آلہا کے اکھار کا نظارہ ہے یہ اوول کی بہادری کا نقشہ ہے یہ راجپوتوں کے شمشیر کی ریشم دیکھو جان بازی و بہت کا مرقع ہے یہ

یاد شہید پرت لعل و رمن

قیمت ۸

بارخیم

لاجپت رائے اینڈ سنز تاجران کتب خانہ محفلیں دروازہ لاہور

ضمیمہ چند ضروری نوٹ

۱۔ اس کتاب میں سب کچھ لکھی یا سوچا کے سو بڑے بڑے بار بار ذکر کیا ہے اس کے سوا کسی اور کتاب سے راجحان نامی کتاب میں ہے جس کو خواہش ہو۔ اس کو چھوڑ کر اسلی حال سے واقفیت پیدا کرے۔

۲۔ چند بار پڑھنے کے پر تھوڑی راج کے بیانات ہیں اور آٹھ کھنڈ کے سادات میں کچھ اختلافات ہیں اس کتاب میں عام خیالات کیساتھ موافقت کی جاتی ہے جو کہتے ہیں کہ آٹھ کھنڈ پر تھوڑی راج کے مقابلہ میں مارا نہیں گیا۔ چند اس کے برخلاف کہتے ہیں۔

۳۔ چند راوی کی چوتھی۔ نمل سرن اوّل سرن کے متعلق نکتہ کے بیانات اس رسالہ میں عمداً نظر انداز کر دیئے گئے ہیں۔ کیونکہ ان میں واقعات کے اعادہ کے سوا اور کچھ نہیں تھا۔

۴۔ جس کسی کو آٹھ کی عظمت اور یادگاری مقامات دیکھنے کی خواہش ہو، وہ ہوا باندہ کا لہجہ چناور وغیرہ مقامات میں جا کر اپنی لہجہ کی کڑی سے جہان کے غوام الناس اب بھی اس کو امر سمجھتے ہیں۔ اور وہ واقعی امر ہے۔ کیونکہ اب تک اس کا نام سرائیوں کی زبان پر رہتا ہے۔

۵۔ اس کتاب میں جو کچھ لکھا گیا ہے عام مشہور گیتوں کے موافق لکھا گیا ہے۔

دیس

آلہا دول کی شجاعت ودلیری کے قصے ممالک متحدہ اودھ کے مشرقی اور درمیانی اضلاع میں دیہات کے بچوں بچوں تک کو یاد ہیں۔ جب برسات دن آتے ہیں۔ گاؤں کے رہنے والے بڑی خوش الحانی سے ان کے گائے کو گلاتے ہیں۔ ٹھٹ کے ٹھٹ آدمی ان کے سننے کے لئے ارد گرد حلقہ مار لیتے ہیں۔ جس خاص نظم میں یہ گیت گائے جاتے ہیں۔ اس کا نام ہی آکھا چھند ہو گیا ہے اور اس کی ہر دلعزیزی دیکھ کر بعض دیہاتی شاعروں نے رامائن وغیرہ کے واقعات کو بھی اسی پیرایہ میں ترتیب دے رکھا ہے۔ آکھا اول فرضی شخصیتیں نہیں ہیں۔ بلکہ ان کی کچھ اصلیت بھی ہے یہ وہ بڈر بیباک اور جان پر کھیلنے والے سوراگزر سے ہیں جن کی برقعوی راج کے زمانہ میں دھاک ہوئی تھی اور نوجوان ہندو بالعموم ان کا نام سن کر جوش میں آ جاتے تھے۔

گویا مہو با کے رہنے والے تھے۔ جواب ہمیر لور کے ضلع کی ایک تحصیل ہے مگر ان کی شہرت تمام ملک میں پھیلی ہوئی ہے۔ نہایت کم مہو با پیتھر کا بھر چنار گڑھ وغیرہ میں اب بھی کثرت ان کی یاد گاریں موجود ہیں جس زمانہ میں چنار گڑھ کے مشن سکول کا ہیڈ ماسٹر تھا۔ وہاں آکھا کے یاد دلانے والے مقامات کے لئے اکثر جایا کرتا تھا۔ وہاں قلعہ میں آکھا کی شاوی کا منڈپ اب تک موجود ہے اور قلعہ کے پھاٹک اسکے گوشے کے ٹاپ کا منہوئی نشان بنا ہوا ہے و

گو عوام الناس میں آٹھا کے کارنامے اب تک زبانزدِ جلالی ہیں۔ مگر کبھی
 لکھے آدمی جو دیہات کے رہنے والوں سے بالکل الگ تھلک رہتے ہیں ان کے
 نام تک سے بھی آشنا نہیں ہیں۔ میں نے سوچا کہ گوالی حالت میں ان کو
 ان قومی بہادروں کی داستان سنانا مشکل ہے۔ مگر یہ ممکن ہے کہ ان کی
 بہادری کی روایتوں کو نشر کے سیرابہ میں قلم بند کیا جائے۔
 ابتدا میں میں نے خواہش کی تھی کہ یہ مضامین رسالہ سادھو میں بہ قسط
 نکلتے رہتے مگر پھر کسی خیال سے ان کو اس تصوف کے رسالہ کے قابل نہ سمجھ
 کر وہی تین قسطوں کے بعد بند کر دیا تھا۔ لیکن بعض طبیعتوں کو یہ ایسے پسند
 آئے کہ انہوں نے بار بار مجھ کو ان کے ترتیب دینے کی تاکید کی۔ اور اسلئے
 میں نے جس طرح ہو سکا۔ زحمت و کسب کا یہ ان حالات کو قلم بند کر دیا۔
 جس سیرابہ میں یہ کہانیاں لکھی ہوئی ہیں ان کا ترجمہ استفادہ مشکل
 ہے کہ کسی کی بھی خرات نہیں ہو سکتی۔ نہ ان کے جوش ہی کو اور دو کے لفظوں
 میں منتقل کیا جاسکتا ہے۔ اس لئے مجبوراً میں نے نہایت اختصار سے
 کام لیا اور صرف نفس مطلب کے ظاہر کرنے کی کوشش کی مثال کے طو
 ایک دو چہند ذیل میں درج کئے جاتے ہیں:-

کھٹ کھٹ کھٹ کھٹ کھٹ کھٹ کھٹ کھٹ کھٹ کھٹ کھٹ کھٹ کھٹ کھٹ کھٹ کھٹ کھٹ کھٹ
 رن مان چھیک چھیک تلوار
 مرم
 ٹھن ٹھن ٹھن ٹھن ٹھن ٹھن ٹھن ٹھن ٹھن ٹھن ٹھن ٹھن ٹھن ٹھن ٹھن ٹھن ٹھن ٹھن
 جہل
 بولیں مار مار سب مار

قومی گیت قومی فسانوں کا تحفظ ہر سند و ستانی کا فرض ہونا چاہیے۔
 اسلئے میں نے آٹھا کھنڈ کو اردو کا جامہ پہنایا۔ مجھ کو اس میں سخت آگامی
 ہوتی ہے، مگر پھر بھی پڑھنے والے اس سے کسی قدر محفوظ ہوتے بغیر نہ
 رہ سکیں گے۔
 شیو برت لال ورن

خطاب بہ سلم

ہاں قلم رزم کا اور رزم کا مضمون سنا شیر مردوں کا فدا رنگ کھا ڈھنگ کھا
 دے اٹھ صفحہ تاریخ تعجب افزا سب کو تاریخ میں آجائے فسانے کا
 دوزباں سے شیرے شعلے و تیرا سے نکلیں
 دل و دھڑک ٹھیں کچھ اس دور کے نعرے نکلیں
 کارنامے مجھے کرتے ہیں سچا عرصہ رزم رزم اور رزم کے مضمون ہاں بھیم
 اے قلم کہتے ہیں تیرا ہے مسیحا جانی دم ہر مضمین بہریر جو تیرا کچھ بھی کریم
 انہیں طرح سے بے شبہ روانی آجائے
 مزرعہ خشک میں جس طرح سے پانی آجائے
 تو ہی حالات گزشتہ کو سنا سکتی ہے تو ہی آثار رضا وید بتا سکتی ہے
 تو قصا ویر قدیم ایسی دکھا سکتی ہے حال کو چاہئے تو باطنی سکھا سکتی ہے
 تو اگر چاہئے تو اعجاز و کسافے دم میں
 تو اگر چاہئے تو مردوں کو جلائے دم میں
 آٹھا او دل کے اکھاٹے کا منشا کھلا پر تھوہی راج کے دربار کا نقشہ و کھلا
 ہند کی پہلی تواریخ کا رتبہ کھلا راجپوتوں کی شجاعت کا نظارہ و کھلا
 آج ہاں دیکھنے والے وہ منشا دیکھیں
 کہ نہ دیکھا ہو کبھی اور نہ حاشا دیکھیں

آریہ ورت کے ہوں میرے قریب میں پیر فطرت سے نہیں کیئے والے نقص
 طفلِ نوزید ہو باغ ہو جوان ہو پیر سب کو آجائے نظر قدرت تقدیر
 دیکھیں آنکھوں سے کہ حالت تھی ہماری کیسی
 سورا کیسے تھے صورت تھی ہماری کیسی
 افسوس تھی کہ سنائیں گے عجزِ زبان تیرا جاوے کلام اور تیرا سحرِ زبان
 یں جو لکھوں تو مضامین ہیں شوکتِ زبان مر جا رہا کہنے لگیں سب پیر و جوان
 رزم اور رزم کی تصویرِ نظم میں پھر جاتے
 آنگھ سے مرتبہ نظم تیرا گرجا تے
 اے قلم جا کے حسینانِ معانی کو اے طبعِ حسنہ والوں کو پرستانِ کاظمِ کھلا
 ایک سے ایک ہو رہے ہیں نہایت اے قلم تیرا رہے بول جہاں میں بالہ
 جو سنے وہ کہے نصیرِ راسے کہتے ہیں
 جو پڑھے وہ کہے نصیرِ راسے کہتے ہیں

سورج نراتن مہر

۷۷۵۵

آلہا کھنڈ

پہلا گیت

نو لکھا مارا



بکتر ایک خوشنما اور خوبصورت مقام ہے۔ جو لوگ پہلی نو لکھا کے کنارہ واقع ہے۔ یہاں دو رقیب خاندان رہتے تھے۔ جن میں سے ایک مند اور ایک مسلمان تھا۔ مند و پیار بھائی تھے۔ جن کے نام وہی مل۔ تو ڈور بچہ راج اور ویشیش راج تھے۔ یہ سب کے سب دلیر و ہریشم اور بہادر تھے اور موقع ملنے پر شیر کی طرح آنکھ نکالنے کا دعویٰ رکھتے تھے۔ مسلمان خاندان میں نو بھائی تھے۔ علی۔ علامت۔ دریا خان۔ عیان۔ بیگ۔ سلطان۔ میاں۔ بھایت۔ کار۔ سے خاں اور کھیاں۔ یہی اپنے ہندو رقیبوں کی طرح شجاع۔ عالی بہت اور جانا زتنے اور جس وقت میدان یا جنگل میں خم ٹھونک کر نعرہ مارتے تھے۔ منست ہاتھی کا کلیجہ ہل جاتا تھا۔ ان کے نگرانے کے لوگ سیاہ کپڑے پہنتے تھے۔ اور سیاہی رنگ سے گھوڑے۔ ان کی ران کے تلے رہتے تھے۔ ہندو بونا پھر رائے اور مسلمان عام طور پر مہرا تاہن کے کنارہ کہلاتے تھے۔ ان کے درمیان زمینداری کے متعلق لڑائی ہو پڑی۔ قریب تھا

کہ خون خرابے کی نوبت آجاتی۔ مگر ان میں جو ذرا سمجھ دار تھے کہنے لگے آپس میں
 کٹ کر فنا فضول ہے۔ بکسر مہاراجہ جے چند والے قنوج کا علاقہ ہے۔ جب ہمارا
 راجہ موجود ہے پھر کوئی وجہ نہیں ہے۔ ہم کیوں اس کے دربار میں فریادی ہو کر
 نہ جائیں۔ اور اس کے فیصلے کو قطعی سمجھ کر اس پر راضی نہ ہوں دعوت
 سب نے یہ رائے پسند کی اور اسی وقت چودہ آدمیوں کی مسلح جماعت
 بکسر سے قنوج کی طرف روانہ ہوئی۔ راہ میں مہوبانہ چندیل کشتریوں کی اجڑائی
 واقع تھی۔ چونکہ مہوبانہ سے قنوج کی طرف سیدھی سڑک گئی ہوتی تھی۔ یہ
 اسی کی طرف حازم ہوتے۔ مہوبانہ کے قریب پہنچ کر یہ کسی شخص سے قنوج کی راہ
 پوچھنے لگے اس نے راستہ بتا دیا۔ مگر ان نوجوانوں کی خاص وضع کو دیکھ
 کر تعجب سے کہنے لگا۔ "بھائی تم لوگ کیوں وکس مطلب سے قنوج جا رہے ہو؟"
 میرا تاہن کے کماروں نے جواب دیا۔ "ہمارے درمیان زمین کے معاملہ
 میں لڑائی ہو رہی ہے۔ ہم اپنے راجہ کے پاس جا رہے ہیں تاکہ وہ انصاف
 کر دے۔ اور ہم ناحق کے جھگڑے سے نجات ملے وہ آدمی دل کا نیک تھا۔
 کہنے لگا۔ "بھائی! تم ناحق قنوج جا رہے ہو۔ وہ دراز کا سفر ہے۔ اور کہیں
 مہینوں بعد ہم اپنے گھر وں کو واپس جاؤ گے۔ میری رائے تو یہ ہے۔ کہ تم اپنے
 معاملہ کو راجہ پریمال کے سامنے پیش کرو۔ وہ جے چند کا نائب ہے۔ ہر دو فریق
 کے غدر و معذرت کو سن کر انصاف کر دیگا۔ اور تم مفت کی تکلیف سے بچو گے۔"
 بات معقول تھی۔ فریقین نے مان لی۔ اور پھر وہ راجہ پریمال کے محل
 کی طرف چل نکلے۔ ان بانکیوں کی نشان کو دیکھ کر مہوبے کے باشندوں میں شوم
 منیج ہوئی۔ ہر جگہ انکی خوبصورتی اور دلیری کا چہرہ چاہوئے لگا۔ اور جب وہ شاہی
 محل کے قریب پہنچے۔ چوہدرار نے انکو راجہ کے سامنے پیش کیا۔ اور سلام خراج کے بعد
 ان کو ٹھرنے کا حکم دیا۔ اور کھانے پینے کا مناسب سامان مہیا کر دیا گیا۔
 دوپہر کے وقت جب کھانے پینے سے فارغ ہو کر تھکے ماندے مسافر آرام کی غرض

سے لیٹ گئے۔ لڑائی کے باجوں کی آواز کان میں بڑھی۔ سب کو سنکر سخت
 حیرت ہوئی۔ کیونکہ مہوبائیں ان دونوں ہر طرح سے امن و امان تھا اور کسی
 دشمن کا خوف یا کھٹکانہیں تھا۔ راجہ پریمال کو خود تعجب ہوا
 بنا پھوٹے اور امیر تانہن کے کنارے بھی تھکے تھے۔ وہ اس کا سبب پوچھنے
 لگے۔ کہنے والے نے جواب دیا۔ "مہاراج! مانڈو دیش کا راجہ جسے راج ہے
 اس کا لڑکا کرنگارائے کہلاتا ہے۔ دسہرہ کی تقریب میں جب یہ راجہ کرنگا
 سنان جانے لگا۔ اس نے اپنے گھر کی ایک ایک استری سے پوچھنا بہار
 لئے کیا چیز لیتا آؤں؟ اور وہ نے تو اپنے اپنے مزاج و خواہش کے موافق
 معمولی تحفہ تحلیف کی درخواست کی۔ مگر اس کی بہن راجکمار سی جینی نے
 نو لکھا ہار مانگا۔ کرنگارائے نے ہر شخص کے لئے اس کی فرمائش کا سامان خرید
 لیا۔ مگر نو لکھا ہار کہیں نہیں ملا۔ وہ دل میں اُداس تھا۔ کیونکہ بہن کی خواہش
 کو پوری نہ کرنا کشتریوں میں ہنایت رسوائی و بدنامی کی بات سمجھی جاتی ہے
 لگائے سنان کے بعد اس نے اور وہ کے تحفے بھجوا دیئے خود گھر نہیں گیا۔ عرصہ
 تک نو لکھا ہار کی تلاش میں پریشان تھا۔ آخر مال نامی ارہی کے راجکار نے
 اسکا حال سنکر کہا۔ "نو لکھا میری بہن ملن دیچی کے پاس ہے جو مہوبائے راجہ
 پریمال کی رانی ہے۔ مہوبا آجکل لڑاکے کشتریوں سے خالی ہے۔ کسی میں اتنی
 بھی جرأت نہیں ہے کہ ایک منچلے راجپوت کے مقابلہ کا دم مار سکے۔ اگر تو ذرا
 ہمت سے کام لے سکے تو نو لکھا ہار بہ آسانی ہاتھ آسکتا ہے۔" یہ سن کر
 کرنگارائے نے موہے پر حملہ کرنے کی دل میں پٹھان لی۔ اور یہ تقارہ کی آواز
 اسی کی فوج کی ہے۔"

جس وقت بکتر والوں نے یہ حال سنا۔ ان کی تیور بدل گئی۔ چاروں
 راجپوت اور نوٹوں کمار اسی وقت اپنی جگہوں سے اٹھے۔ اور ضروری
 ہتھیاروں سے مسلح ہو کر گھوڑوں پر سوار ہوئے۔ شہر کی گلیاں ان کے

گھوڑوں کے ٹاپ کی آواز سے گونج اٹھیں۔ مگر نگار رائے کے ساتھی شہرینہ بھی اجنبی آدمیوں کو اپنی مدد پر پاب کران کے ساتھ ہوئے۔ ہر دو طرف کے راجپوت باہمہد کر ٹکراتے ہیں۔ لوہے سے لوہا بجنے لگا۔ تنوار دہکی کٹرک کی حد سے بڑھ کر بیخفی سے میدان میں کودتے ہوئے نظر آ رہے تھے۔

جدھر مٹا پھیرائے جھجکے پرے کے پرے صاف ہو گئے۔ جس طرف تیرناہن
کے کناروں نے اپنا رخ کیا۔ دوشمنوں کی فوج کے قدم اکھڑ گئے۔ میدان
مردوں کی لاشوں سے پٹ گیا۔ خون کی ندیاں بہنے لگیں۔ مانتوں کے
بہت سے سردار کام آئے۔

اس روز ویش راج و بھیر راج نے علی مخصوص بڑا کام کیا۔ پتھنوں
کی ان کی تلواروں کے سامنے پھبھیش نہیں گئی۔* کچھ راجا کا
چلوں کو اوڑاتی تھی جو ہر وائیں تلوار حیرانی سے منہ کھوکے رہتا تھا سو
پامال سراک ظالم سرکش نظر آ رہا
نہ تیر نظر آئے نہ تر بخش نظر آ رہا
دشمن سخت گھمے آئے

بھانپ لیا۔ بکسر کے نوجوانوں کی ہمت اور بیخ زنی کو دیکھ کر دشمن بھاگتے چلتے تھے اور کہتے جاتے تھے۔

کیا کوئی لڑکے کا یہ سہفت کی فوج ہے
 لشکر کی ہیں صفیں کہ سمندر کی موج ہے

دوسرا گیت

شادی اور غمی

کرنگارائے کے ساتھی بھاگ نکلے۔ جب وہ موباسے کچھ دور فاصلہ پر
نکل آئے۔ ایک جگہ ٹھہر کر دم لیا۔ راجا کے ہاتھ میں نے سخت ناوانی
کی۔ یہ لڑکپن کا کام کبھی قابل معافی نہیں ہو سکتا۔ چندیل فنون کے سرکار
میں ممتاز ہے۔ ہم لوگ بھی اسی سلطنت کے ماتحت ہیں۔ ہماری اس غلطی
کا انجام آئندہ کیا ہو گا کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ ایک ساتھی نے کہا: "چلو مائٹو
ویش واپس چلیں۔ وہاں راجہ سے آئندہ کاروائی کر نیکی صلاح دیں گے"
کرنگارائے بولا: "میں اس رائے کے بالکل برخلاف ہوں۔ اہل تو میں نے ہن
کو قول دیا ہے کہ نوکھا ہار لا کر تجھ کو دوں گا۔ وہ اب تک بلا نہیں۔ بغیر اس
کے جانا ممکن نہیں ہے۔"

رنگول برسرِ اعلیٰ آئی

میدانِ جانیں پڑ پکڑ جائی

ذرا سوچو تو سہی جب بہن پوچھ گئی بیرا تو نوکھا ہار لایا تو میں کس منہ سے
کیا جواب دوں گا۔ دوسرے ہم نے میدانِ جنگ میں شکست کھائی ہے۔ گھر
میں حل کر کیا منہ دکھا دیں گے۔ کشتری ماتا کو اپنے بیٹے کی شجاعت پر ناز رہا
ہے۔ بہن بیر یعنی اپنے بھائی کو شیر سے کم سمجھتی۔ راجپوت
استریاں اپنے شوہروں سے صرف اسوقت مخاطب ہوتی ہیں جب
وہ میدان سے کار نمایاں کر کے واپس آتے ہیں۔ میں تو اب اس وقت
مکڑ نہ جاؤں گا۔ جب تک نوکھا ہار کے ساتھ اپنے مقتول ساتھیوں کے
خون کا بدلہ نہ لے لوں گا۔ کہو تمہاری کیا رائے ہے؟

سارے کشتری بکیزبان ہو کر بولے۔ "ہم کو خوشی ہو یا غمی اپنے سردار کیساتھ ہمیشہ شریک رہتے ہیں۔ جو آپ کا حکم ہو۔ ہم کو بسر و چشم منظور ہے۔ ہم میں سے کسی کو لوہے کے برتن میں کھانا۔ خواہ سیاہ کپڑے پہن کر بڑا دل آسنے نام سے نیکارا جانا پسند نہیں ہے۔"

کرنگارائے نے کہا۔ بہت اچھا۔ بہتر ہے۔ آج سے ہم ہیاڑوں کے دروں میں رہ کر موقع کے منتظر رہیں۔ اور تکلیف و مشیبت کی زندگی بسر کرتے ہوئے دشمنوں کے حال سے واقفیت پیدا کرتے رہیں۔ جس وقت ان کو غفلت میں دیکھیں اسی وقت جس طرح ہو سکے۔ اپنا کام نکالیں اس کے بعد پھر گھر کا خیال کریں۔"

سب نے اس رائے کو پسند کیا۔ اور جو صلہ مند کشتریوں کی وجہ تھا برسوں تک پہنچنے مقصد کو نگاہ کے سامنے رکھ کر وہاں سخت تکلیف کی زندگی بسر کرتی رہی۔

یہ ایک فریق کا حال ہے۔ ہو با والوں کا قصہ منیئے جب کرنگارائے بھاگ گیا۔ چند یلوں کی جان میں جان آئی۔ رانی مین دیوی نے پریمال کو بلا کر کہا۔ یہ چاروں راجپوت بلا کے لڑا سکے ہیں۔ تم کو لازم ہے۔ ان دوسرے راجپوتوں کی قدر کرو جس راجہ کے پاس بہادر و جان نثار سپاہی نہیں ہو یاجس کے وزیر لائق نہیں جس کا قلعہ مضبوط نہیں۔ جس کی عیبت خوش نہیں اور جس کا خزانہ بھرا نہیں رہتا۔ وہ اگر آج نہیں تو کل ضرور تباہ ہو جائیگا۔ راجن تم اپنی رانی کے مشورہ کو سنو اور کسی طرح ان کو یہاں سے ہلانے نہ دو۔ محبت سے مال سے زر سے علاقہ سے جاگیر سے۔ خوشامد سے۔ جیالا کی سے ان کو اپنا بنا لو۔ ایسے شیر مرد و وزیر نہیں ملتے۔ اور یہ ہو بیے کی تخت گاہ کے زیر دست ستون ثابت ہونگے۔

راجہ نے رانی کی صلاح کو پسند کیا۔ جب دشمنوں کے بھاگنے

پہرہ دربار میں مقعد ہوا۔ چاروں کشتری اور نو پٹھان سب حاضر کئے گئے۔ اور جب ان کی دلیری کے کارنامے سنائے جانے لگے۔ راجا نے ایک ایک کو خلعت دیا۔ اپنی خوشی ظاہر کی۔ ان کے مقدمہ کو سنا اور ان کو خاطر خواہ فیصلہ سنا کر کہا: ہم تمہاری دلیری کو دیکھ کر نہایت خوش ہوئے مبارک ہے وہ مال جس کی کوکھ سے ایسے شاندار جواہر برآمد ہوئے۔ مبارک ہے اس نفس کش باب کا دماغ جس خزانہ سے یہ دولت نکل کر دنیا کے تعجب و حیرت کا باعث ہوئی۔ اور سب سے مبارک میں ہوں۔ کہ جس کے راج کو تم ایسے نیک ولیر اور جانناز کشتریوں نے رونق بخشی اور مقدمہ فیصلہ کرانے کے لئے میری مدد کی درخواست کی۔ راجپوتو! کہو کیا کہتے ہو۔ اور میں تمہاری رضامندی کو مقدمہ سمجھوں گا؟

اور اسی وقت چاروں راجپوت اور نو پٹھان نمکنت سے اٹھے۔ تین مرتبہ شاہی تخت کو بوسہ دیا۔ اور دلش راج نے ان سب کے پیشوا کی حیثیت میں سر جھکا کر راجہ سے کہا: تمہارا راج کی جے ہو! ہم سب لوگ آپ کی حریت میں۔ آپ کا جو حکم ہو اس سے کبھی باہر نہیں ہو سکتے۔ جنور نے بڑی بندہ نوازی فرمائی۔ ہم کیا اور تمہاری حیثیت کیا! مگر ہماری قسمت تھی جس نے لڑائی جھگڑے کے بہانے ہم کو اس دربار تک پہنچایا۔ اور ہمارے رتبہ کو اس حد تک بڑھا دیا۔

رفت کا اپنے فرش سے قتل عرش تک گیا

لہذا آج خاک کا بھی ستارہ چمک گیا

ہمارا سر حاضر ہے۔ جو حکم ہو ہم کبھی عدول نہیں کر سکتے۔ آپ ہمارے باپ رانی ملن دیوی ماں ہے کون ناخلف اولاد ہو گا جو راجہ۔ گوروں باپ کا حکم نہ مانے گا؟
پر مال بولا۔ کشتریو! مجھ کو تمہاری ذات سے ایسی امید تھی۔ دلش راج

اور پھر راج اہم دونوں کو ہم ہو بے کے اہم نامی معاملات کے مشیر مقرر کرتے ہیں۔ میرا تاج اس کے دلیر بیٹے اہم کو فوج میں منصب عطا کیا جاتا ہے۔ اس کے ایک مرتبہ پھر شکریہ میں سب نے اپنا سر جھکا یا۔ اور اس دن سے یہ لوگ مہو یا میں مہنسی خوشی سے رہنے لگے۔

راتی ہن دیہی کو پھر بھی ان کی نسبت اطمینان کم تھا۔ اس وجہ سے نہیں کہ وہ اپنے قول سے پھر جائینگے۔ اور کسی دوسرے راج میں آباد ہونگے۔ پھر کشتری کی نسبت کبھی ایسے شبہ نہیں کئے جاسکتے۔ وہ چاہتی تھی۔ ان سب کی شادی ہو جائے۔ تاکہ وہ مستقل طور پر وہاں نوذو باس رکھیں۔ پر مال کا مشورہ نے کرانی نے پروہت اور حجام کو گوالیر میں راجہ ولپت کے یہاں بھیجا۔ اور جب ان لوگوں نے اس سے جا کر کہا کہ "پر مال اور اسکی رانی نے مہاری دو کنواری لڑکیوں کے لئے دو بڑے نوجوان مصاحبوں میں منتخب کئے ہیں اور وہ اصل و نسل سے کشتری ہیں۔" راجہ نے بخوشی خاطر منظور کر لیا۔ اور تھوڑے ہی دنوں بعد پر مال بارات لے کر گوالیر پہنچا۔ دلیر راج کی شادی تو دیول دیوی سے ہوئی۔ جو گوالیر کی بڑی شاہنوا دیہی تھی۔ اور پھر راج کو چھوٹی لڑکی برہما بیا ہی گئی۔

جب پر مال بارات لیکر واپس آیا۔ ہن دیوی نے خود بڑی محبت اور بے تکلفی سے دونوں نئی دولہنوں کو پاکی سے تیار کیا خود ہی ان کا پرچھن کیا۔ اور ساس کی حیثیت میں آتی وغیرہ کے رسم ادا کئے۔

جب دولہنیں رنگ محل میں آئیں۔ رانی نے ان کے رہنے کے لئے علیحدہ علیحدہ کمرے مقرر کر دیئے۔ اور خوش ہو کر دونوں بہوؤں کو دو قیمتی ہار پہنا دیں۔ ایک وہی نو لکھا ہار تھا جس کے لئے لڑائی ہوئی تھی۔ یہ دیول دیوی کے حصے میں آیا۔ اور رانی نے دلہن کے کان میں جھجک کر کہا۔ "بیٹی! اسی نو لکھا ہار کی بدولت مجھ کو دلیر راج کے ایسا سپوت ملا۔ اور میں یہ مجھ کو بخشی ہوئی

دیول دیوی سارے قصے سے واقف تھی۔ اس نے رانی کا پاؤل پکڑ کر کہا -
 "تا تو مشری! میں تیری مہربانی کا شکریہ ادا نہیں کر سکتی لیکن اس بات کا
 یقین دلاتی ہوں۔ جب کبھی مہویا کو ہماری خدمت کی ضرورت ہوگی -
 ہمارے شوہر اور ہماری اولاد کے قدم سب سے آگے پڑیں گے۔ دوکھ میں سکھ میں
 عزت میں بے عزتی میں دولت میں مفلسی میں دیول دیوی کبھی ملن دیوی کے جان
 کو بدل سے نہ بھوئے گی۔ اس کے لڑکے انگارے بنکر ہاشیمہ پر مال کے دشمنوں کو بھٹکتے رہیں گے
 ملن دیوی تعجب سے اس نئی بہو کے منہ کو دیکھنے لگی۔ اور خوش ہو کر دیولی -
 مہویا بات تو نے مجھ سے کہی ہے۔ کبھی کسی نئی دلہن نے نہیں کی۔ تو اصلی کشتریانی
 ہے۔ ہمیں شک نہیں تیری کوکھ کے لڑکے شیر خوار ہوں گے۔ لیکن یاد رکھ
 یہ قول یہ پیمان کتنے مشکل ہیں۔ ممکن ہے۔ تو اپنی ذات پر بھروسہ رکھ سکے -
 لیکن مردوں پر جاوی رہنا آسان کام نہیں ہے۔"

دیول دیوی ہنسی تر سہ ہے۔ لیکن وہ استری نہیں ہے جو اپنے شوہر کو
 اولاد کو قابو میں نہیں رکھ سکتی۔ میں نے اپنی طاقت کو جانتی ہوں۔ اور رانی
 کو کبھی شکایت کا موقع نہ ملے گا۔"

ملن کی مراد بر آئی۔ مہویا کی خوش قسمتی کہ اس کو ویسے پاک و بہت
 والے آدمی مل گئے۔ کئی دن تک اس شادی کی تقریب میں جتن ہوتے رہے
 دلیر اور جامنا کشتریوں نے اپنی دلیری سے مہویا کے راج کو وسعت
 دی۔ گوندوں کو فتح کیا۔ چند پیری کے قلعہ کو تخییر کیا۔ ہنڈول کو نیچا دکھایا۔
 دیوان کو زک پہنچائی۔ اور مہویا جو پہلے اس قدر کمزور سلطنت تھی۔ ان کی
 کوشش سے کچھ کی کچھ بن گئی۔

کئی سال بعد دیول دیوی کے لطن سے آلھا اور اول پیدا ہوئے۔
 براد دیوی سے جو لڑکے پیدا ہوئے وہ ملک کھانے اور سوکھا کے نام سے مشہور
 ہیں۔ اور ملن دیوی کا لڑکا برہمہ رنجیت کہلایا۔ بشیم کا لڑکا دیوا کھیا۔ جو آئندہ

زندگی میں دیول کا ساتھی بنا رہا۔
 جب ان سب کی اولاد ہو گئی اور محل میں زیادہ بھڑبھاڑ رہنے لگی۔
 ملن دیوی نے پر مال سے مشورہ کر کے ان دونوں بھائیوں کو جاگیر میں بٹھا
 عطا کئے۔ اور چونکہ اب ان کی مستقل سکونت کی نسبت کامل یقین ہو گیا
 تھا۔ ان کے رہنے کے لئے دیش ہری پور میں بنایا محل بنوایا گیا۔ اور دونوں
 اپنی اپنی بیویوں کو لے کر خوشی تمام اس میں جا کر مسکن پذیر ہو گئے۔ مگر
 افسوس! دیش ہری پور کا رہنا۔ ان کے لئے مبارک نہیں ثابت ہو پڑا
 جس وقت مہوبا اپنی عظمت و شان و شوکت کو بڑھا رہا تھا کہ نگار
 کے کشتریوں کی جماعت پہاڑوں میں بڑی وقت و تکلیف کیساتھ دن کا شتی
 تھی۔ غریبوں کو کھانا پینا یہ مشکل میسر آتا تھا۔ جبم کے کپڑے ستر گل گئے تھے
 مگر انہیں سے کوئی بھی ایسا نہیں تھا جس کو اپنے سرداروں کی تلوائی
 کی شکایت کی ہو۔ خواہ اسکا ساتھ چھوڑ دیا ہو۔ کتنے آدمی اس جلا وطنی
 کی حالت میں مر گئے۔ مگر جان نکلتے وقت بھی کسی کو اپنے گھر بار کا خیال
 نہیں آیا۔ سب کے دلوں میں ایک خیال نے تصرف کر رکھا تھا۔ سب
 نوح ایک طرف تھا۔ اور گو وہ جانتے تھے مہوبا پہلے سے کہیں زیادہ مضبوط
 ہے۔ مگر ان کے دلوں میں کمزوری نہیں آئی۔ تو جوان لڑکوں کے جہر پر
 وارڈھی موچھ نکل آئی۔ جوان بوڑھے ہو گئے۔ کئی بوڑھے مر بھی گئے۔ مگر کسی
 نے ہمت نہیں ہاری۔ سب ایک دوسرے سے کہا کرتے تھے :

پہیا بن گونا بنجے تھے تو تن بیکلج

تن چھوڑے تو کہیں پن چھوڑے ہے لاج

ان کے جاسوس ملک کے مختلف حصوں میں رہ کر سارے حالات اپنایا
 کرتے تھے۔ اور اس بات کے کہنے کی ضرورت نہیں ہے کہ وہ جانتے تھے۔ نوکرا
 کہاں اور کس کے پاس ہے :

ایک دن بھادوں کے مہینے میں رات کے وقت جب آسمان پر گھٹاؤ تھا
تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ ہاتھ کو ہاتھ نہیں سوجھتا تھا۔ موقع بین اکثر دلیہ
کشتریوں کا گردہ و دش ہری پور پہنچا۔ پانی چھم چھم برس رہا تھا۔ ایسی
حالت میں کس کو خیال رہتا ہے کہ دشمن حملہ آور ہوں گے۔ سب بے خبری
کی نیند میں چلے گئے۔ صرف گڑھی کے پھاٹک پر البتہ دو ایک سپاہی جاگ
رہے تھے۔ کشتریوں نے قلعہ کے پتھر سے چڑھنے کا ارادہ کیا۔ اور عین خندق
کو پار کر کے کند کے ذریعوں سے وہ دیواروں پر چڑھ گئے۔ اور پھر آہستگی سے
جاسوسوں کی مدد سے ان جگہوں میں جا پہنچے جہاں دلیہ راج و بچہ راج
سودہ رہے تھے۔ نو لکھا ہار کو سوتی ہوئی رانی کے گلے سے اتار لیا۔ دل میں آیا۔
کہ دلیہ راج و بچہ راج کو اسی حالت میں ہلاک کر دیں۔ کیونکہ ان ہی تھے ہاتھ
سے ان کے دوست و احباب مارے گئے تھے۔ خون کا بدلہ نہ لینا نادانی
تھی۔ مگر نہیں راجپوتی خون نے جوش مارا۔ نہیں سوتے ہوؤں پر صرف
بزدل ہاتھ اٹھاتے ہیں۔ کرنگارائے نے دونوں کو جگا دیا۔ یہ تلوار نیکر چھپے
مگر پھر بھی نیند میں چور تھے۔ سنبھل نہ سکے۔ اور ان کے ہاتھ سے مارے گئے
جب سردار مارے گئے۔ ایک شخص نے صلاح دی کہ ان کے لڑکوں
کو بھی قتل کر دیا جائے۔ اور بلا شور و غل کے قلعہ سے نکل چلیں۔ مگر کرنگارائے
نے اس کو پسند نہیں کیا۔ اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا "خبردار!
کسی عورت اور کس لڑکے پر ہاتھ نہ چلانا۔ یہ کشتریوں کا طریقہ نہیں
ہے۔" اور سب اس کا حکم سن کر اپنے ارادے سے باز آئے۔
اس عرصہ میں قلعہ والے بیدار ہو گئے۔ کرنگارائے کے آدمیوں
نے ان میں سے بہت بڑی تعداد کو قتل کر دیا۔ اور پھر باج محل کے اندر
آگ لگا کر جس راہ سے آئے تھے۔ اسی راہ سے چلے گئے۔
نو لکھا ہار کے آنے سے ماٹھ میں بڑی خوشی منائی گئی۔ اور مرد و

ہمہ تنہا ہو کر رہیں۔ ہمیں کوشش باقی رہی تو وہ سب سببت میں
پہلے سمجھ رہے تھے۔ اور ان کی غور بہن تو پوچھا کیا تھا۔

اکتیس

اول کی سیاہی

قبضہ پہ ہاتھ کی گریست رہی کلاں
مہمانت بڑا ہے مہمان کی گلیاں
ہم کو چرومٹنے اگر سہا سہا
وہ سمان سمیت اٹھ سہا سہا

وہیں رہا اور کچھ۔ یہاں تو رہے تھے۔ چند سالوں کے بعد بہت کم آدمی وہاں
رہ کر رہے تھے۔ مگر ان کی اولاد اب تک زندہ تھی۔ ان میں ایسے بڑے
کے تمام بڑے اور بڑے اوصاف کوٹ کوٹ کر جوتے تھے۔ جب چھوٹے چھوٹے گھوڑوں
پر سوار ہو کر رہیں۔ ان کے سیر و سکار کو دیکھتے۔ ان کی وضع و آرائش اور بانچہاں کو
دیکھ کر لوگ تعجب ہوتے تھے۔ یہاں۔ ملکھاں۔ اوہیے سنگھ۔ سولہاں چاروں
بہت دھارے اور اعظم اور لیرا چوتھے تھے۔ برہما بن دیوہی کا بڑا بھائی
ان کے ساتھ ساتھ رہتا تھا۔

ایک دن یہ بڑے بڑے کے فتن روکے شکار کی غرض سے جہل کو گئے
ہر بن کے جھنڈے کے چھپے گھوڑا ڈالا۔ مگر ان کے آنے کی آہٹ پا کر ہرن
کا فور ہو گئے۔ ان کے ساتھ ہرن شکار کے لئے پریشان رہے۔ مگر شکار پاؤں
نہیں آیا۔ اور تو سب مایوس ہو کر واپس چلے گئے۔ مگر اول کو بڑا شکار

گھڑانا گوار تھا۔ اس نے دل میں سوچا میں کشتری کا لڑکا ہوں۔ اگر آج
 نیکارے لئے بغیر گھر گیا تو میرا دل کمزور ہو جائیگا۔ پھر آمیدہ ہمت کے
 بست ہونے کا خوف ہے۔ چلو بھائیوں کا ساتھ چھوڑو۔ شکار لا کر ان
 کو دکھاؤں کہ کشتری پتھر بغیر اپنا کام کئے ہوئے واپس نہیں آتے۔
 اودل کے دل میں تنہائی کا ذرہ بھی خوف نہیں تھا۔ اس نے گھوڑ
 کو اڑ لگائی۔ وہ ہوا ہوا۔ تھوڑی دیر میں ایک ہرن اس کے آگے بھاگتا
 ہوا نظر آیا۔ وہ اس کے پکڑنے کے خیال میں اس کے پیچھے پیچھے گھوڑ
 کو دوڑاتا رہا۔ یہاں تک کہ بہت دور نکل آیا اور ہرن ہاتھ نہیں لگا
 کئی میل طے کرنے پر سامنے ارئی کے راجہ باہل کا باغ ملا۔ جس کی
 دیواریں قد آدم اور سچی تھیں۔ ہرن پھلانگ مارتا ہوا باغ میں داخل
 ہوا۔ اور دوسرے لمحہ میں کس نوجوان کی تلوار نے اچھلتے ہوئے
 ہرن کے کلیجے میں اپنی جگہ کر لی۔

باغ کی گیارہاں گھوڑے کی ٹاپ کی وجہ سے خراب ہو گئی
 تھیں۔ کئی چھوٹے موٹے درخت بھی ٹوٹ گئے تھے۔ مالی نے مزاحمت
 کی اودل نے کہا "خبردار! ہوش درست رکھ کر بات کرنا۔ ورنہ
 یہ خیر بھی ہمتاری گستاخی کی مراد سے گی۔"

مالی خاموش ہو گیا۔ اور بانکارا جیت شکار کو لے کر وہاں سے روانہ ہوا۔
 راہ میں کس عورتیں ایک کنوئیں پر پانی بھر رہی تھیں۔ اس کی
 سچ دیکھ کر سب حیرت میں آ گئیں اور سنسی دلی کرنے لگیں۔
 ایک نے مسکرا کر پوچھا۔ "تم کون ہو؟ اس نے جواب دیا
 "میں مویے کا اودل سنگھ ہوں۔" دوسری لڑکی نے کہا۔ "یہ تیرا
 جوہم ہے ہو۔ کچھ کام بھی کرتے ہیں یا محض کھیل کے لئے ہیں؟ اودل کو یہ
 دل کی پسند نہیں آئی۔ اس نے کچھ جواب نہیں دیا۔ اس کے ایک

کندر سے گلیلا بندھا ہوا تھا۔ ہاتھ میں سے کمر سے گولیوں کے عورتوں کے تمام گھڑوں کو بھوڑ کر کے لگا۔ یہ گلیلا تو اس طرح کھیل کی چیز ہے اس میں شریر لڑکیوں کے گھڑے توڑ دیتا ہوں۔ اور یہ بیرو کسان شکار یا دشمن سے مقابلہ کے لئے ہیں۔ اگر کوئی مرد یہاں ہوتا تو میں جواب دیتا تم عورت ہو کیا کہوں۔ یہ کہہ کر وہ وہاں سے روانہ ہوا۔

راہ میں ہارل کا مالی بلا جو مسلح ہو کر اپنے ساتھیوں کے ساتھ لڑکے کو بکڑنے کے ارادہ سے چلا آ رہا تھا۔ لڑکے نے کہا۔ "خبردار! اس طرف نہ آنا۔ ورنہ تمہاری خیر نہیں ہے۔" مالی نے کہا "ہم تم کو راجہ ارلی کے یہاں بکڑ کرے جائیں گے۔ وہ تمہاری مستانچی کی سزا دیگا۔" اوڈل نے پھر اس سزا پر زیادہ بات چیت کا موقع نہیں دیا۔ اس کی کمان سے لہرتے و سنسناتے ہوئے سانپ کی طرح کئی بیڑ لکھے اور مالی معہ اپنے تمام ساتھیوں کے فرش زمین ہو گیا۔ مگر مرتے مرتے اتنا کہہ گیا کہ "دیکھو جس طرح تمہارے باپ کا سر کاٹا گیا تھا۔ ویسے ہی تمہاری بھی گت بنے گی۔" اوڈل نے پھر وہاں زیادہ دیر تک ٹھہرنا مصالحت نہیں سمجھا۔ گھوڑے کو ایڑ لگائی اور وہ ہوا سے باتیں کرتا ہوا گھر کی طرف لپکا۔

یہاں سب پریشان ہو رہے تھے۔ لڑکے کو دیکھ کر سب کی جان میں جان آئی۔ اور جب اوڈل کے سارا قصہ کہہ سنایا۔ سب کو اس کے بانگپن اور بخوبی کو دیکھ کر تعجب ہوا۔ دیول دیٹی نے بیٹے کی بلائیں لیں چھاتی سے نکالیا۔ اور سمجھانے لگی اب ایسی غلطی نہ کرنا۔ چونکہ بچہ بڑا سو ہوا۔ اب کسی کے زمانہ میں اس طرح نڈر ہو کر دشمن کے ملک میں چلا جانا۔ بہت خطرناک ہے۔

موسے میں اوڈل کے غھوڑی ہی دیر بعد ہارل ارلی کا سردار بھی

راجہ پر مال کے پاس پہنچا۔ پر مال نے اس کی آؤ بھگت کی۔ اور یہ راجہ
 آداب کا برتاؤ ہو چکا۔ مال نے پر مال سے کہا "ہمارا راجہ ادیش راجہ کا لڑکا
 او دل غصہ کا دلیر اور جانناڑ ہے۔ آپ کو خیال رکھنا چاہئے۔ اس کی
 وجہ سے سخت لڑائیاں برپا ہونگی۔ یہ جس وقت سنے گا کہ ماٹھو کے راجہ
 نے اس کے باپ کو سر دھری سے مارا ہے اور اس کا سر دیوار پر لٹکایا
 گیا تھا۔ وہ بدلہ لئے بغیر نہ رہیگا۔ اور مہوبہ کے امن دامن میں فرق
 آجائیگا۔ اور خون کی نہریں ہر چار طرف بہ نکلیں گی۔"
 جب یہ باتیں ہو رہی تھیں۔ اتفاق وقت او دل اپنی ماں سے ملکر
 راجہ کو سلام کرتے آیا۔ مال کے آخری لفظ اس کے کان میں پڑ گئے
 اس نے راجہ کے پایہ تخت کو بوسہ دیکر مودبانہ لہجہ میں پوچھا۔ "ہمارا راجہ!
 میوے باپ کو کس نے سر دھری سے قتل کیا؟ پر مال متحیر ہوا۔ وہ
 بات بنا کر کہنے لگا۔ "بنا فدا رائے! بارہ برس گزرے تمہارا باپ
 سلہٹ کے میدان میں مارا گیا۔ اس بہادر کے قتل کرنے کی کس میں
 طاقت تھی؟" مال نے بھی اسی بات کی تائید کی۔ مگر کس لڑکے کو اعتبار
 نہیں آیا۔ وہ راجہ کو سر جھکا کر پھر اپنے گھر واپس آیا۔
 دیول دیوی کو تعجب ہوا۔ اس نے پوچھا۔ "تو کہاں گیا تھا۔ اور
 کیسے جلدی واپس آگیا؟ او دل جس کی آنکھیں غصہ سے لال سیلی
 ہو رہی تھیں بولا۔ "مالا! میں راجہ دربار میں گیا تھا۔ وہاں مال راجہ
 سے میرے باپ کے قتل ہونیکا تذکرہ کر رہا تھا۔ مجھ کو دیکھ کر دونوں
 خاموش ہو گئے اور باوجودیکہ میں نے ان سے سوال کیا۔ مگر کسی
 نے اطمینان بخش جواب نہیں دینے۔ اس لئے میں تیرے پاس آیا
 ہوں۔ تاکہ مجھ سے اذیت کا پتہ دریافت کر دوں۔ میں جانتا ہوں۔
 تو نے محض اسوجہ سے مجھ کو اب تک ناواقف کر رکھا ہے کہ میں کس

ہوں اب وقت آ گیا ہے۔ کہ میں حقیقت حال سے آگاہ ہو کر باپ کے خون کا بدلہ لوں۔ جب تک میں اپنی تلوار کو باپ کے قاتل کے خون سے رنگین نہ کر لوں گا۔ میرے لئے عیش و آرام حرام ہے۔ اگر تو پر مال کی طرح راز کے بتانے میں دریغ کرے گی۔ تو یہی کٹار جو دشمن کا خون پیتی میرے کلیجہ میں گھر کر لے گی۔ مجھ کو اس وقت تک اب دنیا میں چین نہیں ہے۔ جب تک باپ کے قاتل کو سزا نہ دے لوں؟

لڑکا کلمن تھا۔ دیول دیٹی فسر کے دریا میں ڈوب گئی۔ اگر جھوٹ کہتی ہوں تو اوڈل کو پھر تازہ سیت میری کسی بات کا اعتبار نہیں ہوگا۔ اگر سچ کہتی ہوں تو اس کی تنہی سی جان پر خطرہ لاتی ہوں۔ گویم مشکل و گرنہ گویم مشکل۔ مگر چند لمحہ غور کرنے کے بعد اس نے اسی میں بہتری سمجھتی تھی کہ لڑکے کو اصل واقعہ سناوے اور وہ اس طرح بیان کرنے لگی۔

اُدھی رات کا وقت تھا جب ولسن راج اور بچہ راج تمہارے باپ اور چچا دو لونڈیند میں چور تھے۔ ہانڈ و کارا بکمار کرنگارائے چوروں کی طرح مکان پر چڑھ آیا۔ سوئے ہوؤں کو تہہ تیغ کیا۔ اور پرخ شیدا باطنی۔ پیہیا گھوڑا۔ نوکھا مارا اور تمام مال خزانہ ہمارے گھر سے لوٹ لے گیا۔ اور کہنے آدمیوں کو ناحق مار ڈالا۔ اسے میرے لال! میں اُسی وقت سے دیکھ کے سمندر میں ڈوبی ہوں۔ یہ چوڑیاں اُسی وقت سے میری کلائیوں میں پڑی ہیں۔ میں نے قسم کھانی تھی جب تک قاتلوں سے اس خون کا بدلہ نہ لے لیا جائیگا۔ تب تک چوڑیاں نہ اوتاروں گی۔ میں اب تک ایشور سے پرار تھا کرتی تھی کہ میرے لڑکوں میں کوئی سیوت نکلے اور وہ میرے کلیجے کو اس طرح بدلے کر ٹنڈا کرے۔ تم اس وقت پیٹ میں تھے۔ اس لئے میں نے شوہر کا ساتھ نہیں دیا تھا۔ تنکر ہے تم دنیا میں میرے لئے اُمید بن کر آئے ہو۔ تھوڑے صبر کرو

ذرا بڑے سو جاؤ۔ تب دشمنوں سے جا کر بدلہ لینا۔ اس وقت میں سمندر کا سنان کر کے وہاں ہی ان چوڑیوں کو اتار دینی۔
 اودل کی آنکھیں لال انگارے کی طرح سرخ ہو گئیں۔ اس نے
 ماں کے پاؤں چومے اور کہنے لگا۔ "میری عمر بارہ برس کی ہے۔ میں
 کمان کا چیلہ چڑھانا جانتا ہوں۔ میری تلوار کے ہاتھ کو دوست و دشمن
 دونوں دانتوں تلے انگلی دباتے ہیں۔ کشتری کے لڑکے کو اس سے
 زیادہ کیا چاہئے۔ تو اب مجھ کو مت رولنا میں باپ کا بدلہ لئے بغیر نہ
 مالوں گا۔"

دیول اپنے بیٹے کا مزاج پہچانتی تھی۔ اس نے خود اس طرح تعلیم دی
 تھی۔ کہ ان میں مضبوطی اور استقلال پیدا ہو۔ اس نے اسی وقت اٹھ کر
 اودل کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اور اس کو وہاں سے آئی۔ جہاں آ لہا۔ ملے۔ دیول
 میراتا ہن کے لڑکے بیٹھے تھے۔ سب اس کو آئے دیکھ کر اپنی جگہ سے
 اٹھ کھڑے ہوئے اور سر جھکا کر نمسکار کیا۔ دیول نے میراتا ہن سے کہا:-
 "دیور دیگو تمہارا بھتیجا اپنے باپ کے خون کا بدلہ لینے جانا چاہتا ہے
 میں اس کو تمہارے سپرد کرتی ہوں۔ مسلمانوں نے ابھی تک دیول
 کی اس خصوصیت اور عزت افزائی کا اقرار بھی نہیں کیا تھا کہ آٹھا نے
 دیول کو کچھ دنوں کے لئے نمبر کرنے کی ہدایت کی۔ مگر اس کو کہاں صبر تھا
 اس نے غصہ کے لہجہ میں جواب دیا۔ "دادا! لعنت ہے ہماری زندگی پر
 باپ کا سر لنگروں پر لٹکایا جائے۔ اور ہم شکھ کی نیند سوویں وہ کشتری
 کشتری نہیں ہے جس میں غصہ و خود داری نہیں ہے۔ بہتر ہے
 ہم مانڈ میں جا کر کٹ مرے۔ ہماری بڑی و گوشت پوست کو جانور
 نوح نوح کر کھائیں یہ مقابلہ اس کے کہ ہم یہاں اپنے فرض کو بھول
 کر زندگی بسر کریں۔"

آٹھ سے پھر کوئی جواب بن نہیں آیا۔ دیول تو محل کے اندر چلی گئی۔ اور یہ سب آپس میں مشورہ کرنے لگے کہ کس طرح دشمن کو زک دینا چاہئے۔ ملکھا نے کہا: "چار طریقے ہیں۔ جن سے دشمنوں کے مغلوب کرنے میں کام لیا جاتا ہے۔ سام۔ دام۔ بھید۔ ونڈ۔ مگر ہماری حالت سخت کمزور ہے۔ نہ ہم ان کے درمیان حکمت عملی سے تفرقہ ڈال سکتے ہیں۔ نہ روپیہ کالائج دے کر ان کو گمراہ کر سکتے ہیں۔ نہ حکم کھلا ان سے لڑ سکتے ہیں۔ نہ اپنی طاقت کو دکھا کر خوف کر سکتے ہیں۔"

دیولابولا: "یہ سچ ہے۔ ہمارے پاس نہ لشکر ہے نہ زر ہے نہ کوئی کرنٹ ہے مگر عقل سے ہم ان کو زیر کر سکتے ہیں۔"

دیولانے جواب دیا: "بھیس بدل کر پہلے دشمن کے قلعہ میں داخل ہوں۔ پھر موقع و محل دیکھ کر ان کے قتل کا منتظر کریں۔"

سب نے اس تدبیر کو پسند کیا۔

اس کے پیچھے تھوڑی دیر تک مباحثہ کرنے کے بعد تمام لڑکوں نے فقیر لباس زیب تن کیا۔ ہاتھ میں سونے کے کڑے۔ کانوں میں کنڈیل۔ اور سارے جسم پر پتھر جھوٹ مل لی۔ ہاتھ میں لے لے لے۔ ملکھا کے ہاتھ میں بکیرا تھا۔ آٹھانے ڈمرو کو پسند کیا۔ او دل کو بالاسری بجانی آتی تھی۔ دیولانے ڈفلی کو ترجیح دی اور میراٹاٹن کو سارنگی کا سب سے زیادہ شوق تھا۔ اس طرح ان سب نے ایک نیا سونگ بنالیا۔ دل میں شک تھا۔ آیا وہ بھیس بدلنے میں کامیاب ہو سکیں گے یا نہیں۔ اس لئے سب سے پہلے دیول دے کو دھوکہ دینا چاہا۔

جو گھوڑوں کا اکھاڑہ سوہانی راگ گاتے ہوئے ولین راج کے محل کی طرف سے گزر رہے تھے ان کو دیکھا عش عش کیا۔ ان کے راگ سنکر درو دیوار و جد میں آ گئے۔ وہ سیدھے محل کے پھانگ پر آئے۔ اور

جب ان کے "الکھ" کی صدائے سارا مکان گونج اٹھا۔ دیول خود دیکھنے آئی اور اس نرے سج و سج والے کمن جو گیوں کو دیکھ کر وہ ہلک سی رہ گئی۔ اور وہ تعجب کے لہجہ میں ان سے پوچھنے لگی "دیوتا! تم کہاں سے آئے ہو۔ اور کہاں کا ارادہ ہے۔ میں ہر طرح بھرتاری سیدھا کے لئے تیار ہوں۔"

یہ سن اودل مسکرایا "ماتا! ہم یوگیوں نے یہ بھی اس وجہ سے اختیار کیا ہے کہ اپنے مقصد کو اس کی مدد سے حاصل کریں۔"

دیول اور بھی متعجب ہوئی۔ آواز تو اودل کی ہے۔ اور یہ وضع یوگیوں کی ہے وہ غور سے دیکھنے لگی۔ اسی وقت سب نے قاعدہ دان سپاہیوں کی وضع میں دیول دیٹی کو پر نام کیا۔ تب اس نے ان کو پہچانا اور خوش ہو کر وحائش دیں۔ اور سب کے سر پر تجت کا ہاتھ پھیر کر بلائیں لیں۔ اس کے بعد نوجوانوں نے اپنے بھیس اوتار دیئے۔ ان کو لپٹیں ہو گیا کہ جب مال کی پیار کرنے والی نگاہ کو دھوکا ہوا۔ تو پھر اور کوئی شخص ان کو پہچان نہ سکیگا۔ اور اس وضع میں رہ کر وہ اپنا کام بنالیں۔

دوسرے دن یہ سب باتکے راجپوت راجہ پر مال کے دربار میں حاضر ہوئے۔ اور راجہ کو ہنسکار کر کے ادب و تعظیم کے ساتھ کھڑے ہوئے۔ پر مال نے پوچھا۔ "تم کھڑے کیوں ہو۔ اپنی اپنی جگہ پر بیٹھ کیوں نہیں جاتے؟" آملنے جواب دیا۔ "ہمارا راج کی جے ہو۔ ہم سب لوگ آپ کی اجازت اور آپ کا شہر باد مانگنے آئے ہیں۔ میرا چھوٹا بھائی اودل سنگھ باپ کے خون کا بدلہ لینے کے لئے پریشان ہو رہا ہے۔ مانڈ ویش جانے کا ارادہ کر لیا گیا ہے۔ مانا نے حکم دیدیا ہے۔ اب صرف آپ کی اجازت کی دیر ہے۔"

پر مال یہ سن کر دنگ ہو گیا۔ وہ جانتا تھا۔ کسی نہ کسی دن یہ شیر پٹھ مانڈ ویش کے راج کو خاک میں ملا دیں گے۔ اور اس کو بھی اپنی

وجہ سے مصیبت اٹھانی نہ گئی۔ اس کے چہرہ کا رنگ اڑ گیا۔ پھر سوچ سمجھ کر کہنے لگا۔ "کشتری دہرم تختن ہے۔ تم اس پاک فرض سے کبھی رُک نہیں سکتے۔ میں اس کو جانتا ہوں۔ مگر ابھی تمہارے دودھ کے دانست بھی نہیں ٹوٹے۔ تم ظالم سنگھ مانڈو کے راجہ کا بھلا کی مقابلہ کر سکو گے۔ نہ تو تم نے تو بچپنوں کے کھوٹیں دیکھے۔ نہ جسم پر گولیاں کھائیں۔ تمہاری عمر سیکھنے اور دکھانے کی ہے۔ کیا او دل! تم چند روز اور صبر نہیں کر سکتے؟"

او دل نے سر ہنجی کر کے جواب دیا۔ "ہمارا راج! آپ نے جو کچھ فرمایا وہ صرف پدرانہ و بزرگانہ محبت کے خیال سے ہے۔ ورنہ آپ جانتے ہیں کشتری کا بارہ برس کا لڑکا کیا نہیں کر سکتا۔ کرشن گیا رہ برس کے تھے۔ جب کنس کو مارا تھا۔ رام تختن نے اس سے بھی کم عمری میں بچی اور تارکا کو مغلوب کیا تھا۔ وہ کشتری تھے۔ ہم بھی تو آخر کشتری ہیں اگر کرشن کی کم عمری میں کال یون اور جہاں سندھ کو مار سکتے تھے۔ تو او دل بھی ظالم کو بچھاڑ سکتا ہے۔ آپ حکم دیجئے۔ خاطر جمع رکھئے ہم اپنا کام کئے بغیر آپ کو مٹ نہ دکھائیں گے۔"

راجہ کا جواب دینا غھوڑی دیر کے لئے چُپ ہو گیا۔ پھر کہنے لگا۔ "ہائیکے راجپوتو! تم دلش راج کی شیر مردی کے وارث ہو جاؤ۔ اپنا کام کرو۔ شاہی اہلیل سے جس قدر گھوڑے درکار ہوں لے لو۔ اور جو بے کاسلح خانہ تمہارے لئے بہتر ہتھیار دیا کرے گا۔"

راجپوت پرنال کو سلام کر کے اہلیل میں آئے۔ اور اپنے اپنے لئے گھوڑے منتخب کئے۔ ملکہ نے کبوتر (اَبَن رنگ) کو پسند کیا۔ او دل سنگھ نے بنیل پر زین کسوا یا۔ ہمارس کا سردار امیر تاتن سرخہ کی بیٹی پر سوار ہوا اور منوہرن نامی گھوڑے پر اُلھانے سوار ہی کی اور دوسرے ساتھیوں نے بھی ان کی پیروی کی۔

جب وہ اس طرح سوار ہو کر چلنے کو تیار ہوئے پر مال نے ان کو دھادیا۔
اور لشکر کو ساتھ لے جانے کی بھی اجازت دی اور وہ ملن دیوی کے محل میں
آئے۔

رانی نے ان کی وضع قطع کو دیکھ کر خوشی منائی۔ ملن دیوی کو ان
سب واقعات سے پہلے ہی سے خبر تھی۔ دیول دیٹی نے اس کو سب کچھ
سنا رکھا تھا۔ اور اس لئے جب وہ اس کے پاس آئے اور تعظیم میں
سر جھکایا۔ رانی نے مسکراتے ہوئے ان کو کہا جاؤ۔ بیٹیو! راجا نے تم کو
حکم دیا ہے۔ تم ایک بھجکے والی آگ کی چنگاری ہو۔ اس طرح تم دشمن
کے گھر میں جا کر جل اٹھو کہ اس کا سب کچھ محسوس ہو جائے۔ اور مٹا دینے
والے دور سے دیکھیں کہ کشتی پن کی آگ میں دشمن کے جلانے اور محسوس
کر دینے کی کیسی طاقت ہے۔ تم کسں ہو۔ یہ سچ ہے۔ مگر موقعہ ہیں راجپوت
کا نہیں کر سکتے؟

جاؤ بھرتے ہو شیر و بکری طرح مت کرو۔ مارے تلواروں کے ہرمت کرو لاٹھوں کے ڈھیر
سامنے آئے جو جرات سے کوئی مرد دلیر مل کے تم اُسکو شجاعت سے کرو پڑا زیر
صف کی صف ساری ہوں سمار تم کا دھنی

بجلیاں نوجوں پہ گرنے لگیں تلواروں کی
دھیان تم اپنے لڑکپن کا نہ کیجوا سلا شیر ہو فیل ہو۔ سگر ہو تم کا ش بہ خدا
نکلو میدان میں بھی دکھلاؤ شجاعت کی ادا جاؤ کرنی رہو بٹی حق میں تمہارے میں دغا
کوئی کیا شیروں کی تلوار بکڑ سکتا ہے
دویدو تم سے بھلا کب کوئی لڑ سکتا ہے

تم کو اس دن کیلئے خون سے ہم نے پالا جاؤ سینہ یہ سو تیرو سگر پر بھالا
نوج پڑ دشمنوں کے جا کے گرا دو بھالا اہل ہمت کا مددگار ہے باری نعلے
لوگ خوش ہو کے کہیں واہ بڑا کام کیا

کیسی جرأت سے لڑے مردوں میں بس نام نہا
 عالی ہمت راجپوت رانی کی عرصہ بخش باتوں کو سن کر اچھل پڑے۔ او دل
 اور آٹھ گھنٹہ پاؤں چوم کر کہا۔ مانا آٹھ عینہ کی مہلت مطلوب ہے۔ اس
 عرصہ میں ہم اپنا کام کر لیں گے۔ اور ان قدموں کو بھی آکر دیکھیں گے۔
 رانی مسکرائی اور یہ اجازت لے کر باہر آئے۔

چوتھا گیت

مانڈ ویش میں دھند

جہل سے بل کے دہن سے چھتری کرے آپنوکام

بدجہل پر شار تھ ہے جنہیں۔ فن کے سین سے نرسری رام

کس لوگیوں کی جتھا مانڈ ویش پہنچی۔ فوج کو موقع سے کسی جگہ چھپا دیا۔

اور آب گاتے بجاتے ہوئے شہر میں داخل ہوئے۔ راجہ نے سنا کسی جگہ

کے فقیر مانڈ ویش میں آئے ہیں اس نے ان کو آدمی بھیج کر دربار میں بولا بھیجا سب

کے جسم پر کپٹی تہہ کی گڈڑی پڑی تھی اور ان ہتھوں کے اندر فولادی

تین چھپے ہوئے تھے۔ یوگی سامنے آئے۔ او دل کس تھا۔ اور یوگیوں نے

تو اپنے طریقہ کو ہاتھ سے نہیں دیا۔ یہ سن بھل نہ سکا۔ راجہ کو سر جھکا کر منسکار

کیا۔ مگر چونکہ وہ اپنے ہاتھ میں بانٹری تھی۔ جلدی کی وجہ سے اس نے

بانٹیں ہاتھ سے سلام کیا۔ راجہ کی تیوری بدل گئی۔ اس نے غصہ کے لہجہ

میں کہا۔ "نادان یوگیو! تم کس گنوار گورو کے چلے ہو۔ بانٹیں ہاتھ سے سلام

کرنا تم کو کس نے سکھا یا ہے۔ او دل اپنی غلطی پر پچھتاوے لگا۔ مگر متقل

مراجی اس کے حصہ میں آئی تھی۔ سنبھل کر لولا۔ راجن! نہ ہم گنوار میں نہ ہمارا
گورو گنوار ہے۔ ہمارا داہنا ہاتھ پر ماتا کی منڈی کے لئے اٹھتا ہے۔ اس لئے
میں نے مصالحت نہیں سمجھا۔ ہمارا داہنا ہاتھ صرف مالک کی یاد میں مالا پیرنے
کا عادی ہے۔ اس لئے ہم اس سے کسی کو سلام نہیں کرتے۔ راجہ دل
میں شرمندہ ہوا۔ پھر اس نے ان سے گانے کی درخواست کی سید نے
جو سب میں یاد گرا لاکھا موقوفہ کیا تو ان میں کچھ پڑیا۔ اور بکے آستیاں بچل گئے بچانے لگے۔

بھجن (دھرم پید)

(۱۱) بھگت کرج۔ دہرم لاج۔ جوڑی بوجھت سماج

روپ رنگ سماج باج آیو برج موہنا

کرشن چندر۔ پریم بھون۔ کرپاسدن۔ کشت دمن

سنجن جت چور شور مری دھن سوہنا

درو دیوار وجد میں آئے۔ جس نے سنا پھرڑک اٹھا۔ سب تصویر جیت
بنگئے۔ "وا دیو کی پتروا کیا کہنا ہے۔ تمہارا گلا خود بانسری ہے۔" اتنا لوبی
جی کے چھپے بیٹھی تھی۔ اس کے دل میں کس فقیروں کا اعتقاد پیدا ہوا۔
بہت خوش ہوئی۔ سوچنے لگی۔ "ان کو تھوڑی دیر کے لئے رنواس میں لے
چلوں۔ جس میں رانیوں اور راجپاروں کو بھی بھجن سننے کا موقع ملے اس
نے راجہ سے اجازت مانگی۔"

ہمارے نوجوان یوگی محل میں آئے اور وہاں خوش الحانی سے گاتے
ہوئے رانی کو محفوظ کیا۔ اتفاق سے وہاں رانی کشنا کی باندی آئی ہوئی
تھی۔ وہ دیر تک ان کا تماشا دیکھتی رہی۔ جب وہ اپنی رانی کے پاس
گئی۔ وہ ناراض ہو کر بولی۔ "کیا تیری عقل ماری گئی تھی۔ جواب تک
اپنی خدمت پر حاضر نہیں ہوئی۔" اس نے ہاتھ باندھ کر جواب دیا۔
"تم رانی کی جے ہو! انہی ماما کے محل میں چند نوجوان یوگی آئے ہیں۔"

آدمی کیا ہیں۔ دیوتا ہیں۔ میں ان کا گانا بجانا مستی رہی۔ اس لئے مجھے کو
دیر ہو گئی۔

رانی نے کہا۔ اگر یہ بات ہے تو جاؤ گیوں کو میرے پاس لے آؤ میں
بھی ان کا درشن کروں۔

یہ سن کر باندی آئی۔ انہی ماما اس کو دیکھ کر سمجھ گئی کہ کونٹلانے
ان کو بلایا ہے۔ یو گیوں سے کہنے لگی۔ جاؤ۔ کٹلا کے محل میں اپنا کرتب
دکھاؤ وہاں تم کو اس قدر مال ملے گا۔ کہ مثال ہو جاؤ گے۔ جنم بھر بیچ کر
کھاؤ گے۔ دوسرا دروازہ دیکھنے کی ضرورت نہ رہے گی۔

یوگی رانی کے محل کی ڈیوڑھی پر پہنچے۔ ولش راج کا پیہیا نامی گھوڑا
بندھا تھا۔ ان کو دیکھ کر ہنسنا یا۔ کون کتا ہے۔ جانور ہو فا ہوتے
ہیں۔ آٹھا اس کو دیکھ کر رونے لگا۔ اودل کے دل پر بھائی تھیلت سے
رقت آئی کہنے لگا۔ دادا! تم کیوں روتے ہو۔ حکم کی دیر ہے۔ یہ گھوڑا
آپ کے صبل میں پہنچ جائیگا۔ ملکمانا کی تیوری بدل گئی۔ وہ کہنے
لگا۔ لکچھ اپنے لباس کا بھی پاس ہے۔ کشتری کے دل میں ضبط ہونا
چاہئے۔ جب تک موقع ہاتھ نہ آوے۔ صبر و سکوت کے ساتھ منتظر
رہنا چاہئے۔ رونادھونا کیسا! دل میں آگ تل رہی ہے۔ ضبط کرو۔ اس
کا دھواں نہ نکلنے پاوے۔ ایسے ہی موقعوں پر کشتری کی سنگدل کا
امتحان ہوتا ہے۔ اگر کسی نے بھانپ لیا۔ تو بچ کر یا بات ہوئی۔

وہ اس طرح سرگوشی کرتے دوسرے بھانک پر پہنچے۔ کنگرے پر
اب تک ولش راج کی کھوپری ویسی ہی رکھی ہوئی تھی۔ گوشت پوت
یا تو پرند کھا گئے تھے یا سورج کی جھلسنے والی دھوپ نے خشک کر دیا
تھا۔ بیٹوں کی نگاہ اس پر پڑی اور ان کو معلوم ہوا۔ گویا مرد سراس
طرح ان سے ہمکلام ہو کر کہہ رہا ہے۔ دیکھو یہ وہ سر ہے جو کسی کے

سجدہ میں نہیں جھکتا تھا۔ اس کی حرکت سے ہنڈوں کے گونڈ اور
 رلوں کے بکھیل کا نپتہ تھے آج وہ اس طرح سبکیسی کے ساتھ دشمن
 کے محل کے کنگروں پر لٹکایا ہوا ہے۔ اولاد وہ اچھی ہوتی ہے۔ جو دشمن
 سے باپ کا بدلہ لے۔ مگر میرے لڑکے آج یوگیوں کے لباس میں پھر
 رہے ہیں۔ کیا یہ کشتری کا دھرم ہے۔
 کون سنگدل ہے جو ایسے دروڑاں کو دیکھ کر آنکھوں سے آنسو نہ
 بہاتا! آٹھا۔ او دل۔ ملکھانا اور سید چاروں آبدیدہ ہو گئے۔ بالمش
 راج! تمہاری ایسی ذلت ہوئی ہے۔ تمہارے شہر کا آخری سنسکار
 تک نہیں کیا گیا!

ان کو روٹے ہوئے دیکھ کر باندی گھبرائی۔ کیوں! کیا تم کسی راجہ کے
 لڑکے تو نہیں ہو۔ سچ سچ بتاؤ۔ تمہاری صورت سے کشتری بن کا
 اظہار ہو رہا ہے۔ کیا کہیں کسی غرض سے یہ بھیس تو نہیں بنایا ہے؟
 یہ سن کر چاروں دنگ ہو گئے۔ ملکھانے کہا۔ باندی! ہم فقیر ہیں
 تو ہم کو محل میں لے جلی ہے۔ یا بھوت خانہ میں لے آئی ہے۔ ہم تیرے ساتھ
 نہ جابائیں گے۔ باندی مسکرائی۔ یہ راووں کی لٹکا نہیں ہے۔ جہاں شہس
 لیتے ہیں۔ بلکہ یہ راج محل ہے۔ یہ سر راجہ کے دشمن کا ہے۔ عبرت
 کی منظر سے لٹکا گیا ہے۔

ڈیوڑھی سے گزر کر یوگی رانی کے محل میں پہنچے۔ رانی نے نوجوانوں کو
 دیکھ کر باندی سے پوچھا تو کن آدمیوں کو میرے یہاں لائی۔ یہ فقیر نہیں
 یہ کسی راجے کے لڑکے ہیں۔ اور پھر وہ ان سے مخاطب ہو کر کہنے لگی سچ
 سچ بتاؤ تم کون ہو؟ ملکھانے استقلال کے ساتھ جواب دیا۔ نہ ہم
 مال کو جانتے ہیں نہ باپ کو جانتے ہیں۔ اتنا سن رکھا تھا۔ ہمارے
 دلش میں سخت مٹھ پڑا تھا۔ مال باپ بنگالی تھے۔ یوگیوں کے ہاتھ ہم

وہی ہے جو کہ ہم نے پہلے ہی میں دیکھا ہے۔

میں نے بھی جیسی جگہوں پر نہیں گئے کہ کسی کی سستی ہو۔

بقا و سکا کی گون تھی سے مشیہا ہر گون شام

بتاؤں سے کسی کو نہ کہیں کہ میں نے
 فی ان لوگوں کو جو تائیں کہ خوش ہو گئی ہیں۔ میں نے
 ان کو یہ کہنا کہ میں نے ان کو خوش ہو گئی ہے۔
 اور ایک شخص جو کہ کہتا ہے کہ میں نے
 ان کو یہ کہنا کہ میں نے ان کو خوش ہو گئی ہے۔
 اور ایک شخص جو کہ کہتا ہے کہ میں نے
 ان کو یہ کہنا کہ میں نے ان کو خوش ہو گئی ہے۔

پانچواں گیت

مفتی

گوستہ نے: "میں ہوں گوستہ: اگر کسی مریض نے تم کو نوکھا یا دیکھا۔"

تو بس بچی تم کو ایسا ہی، انعام دونی۔ میری لڑکی 'وہ جسے سنی' کے پاس اس
قسم کا دار ہے۔ روپا باندی، اتم جاؤ شاہزادی کو لے آؤ۔

ماں کا حکم پا کر راجہ بھاری محل میں چلی آئی۔ اُسی وقت رانی نے
یوگیوں کو پان تقسیم کیا۔

وہ جسے سینی حد درجہ کی حسین لڑکی۔ او دل بھی خوبصورت تھا۔ جوت

ایک نگاہ دوسرے پر پڑی دونوں بیوش ہو کر زمین پر گر پڑے۔ پھر ہر دو
سنبھل بیٹھے رانی یہ حالت دیکھ کر متحیر ہوئی کہنے لگی۔ "باندی جا۔"

ابھی کر یا کو بلالا۔ یہ یوگی نہیں ہیں۔ ان کی مشکیں کس لی جاویں۔ اور
ان کو سنرا دی جاوے۔ یہ کسی غرض سے یوگی کا بھیس بنا کر آئے

ان میں سادھوؤں کی وضعداری نہیں ہے۔

یو جوان یوگی اس بات کو سن کر سخت کھڑے۔ مگر ملکھائیں مستقل
مزاجی تھی۔ وہ رانی سے کہنے لگا۔ "رانی صاحب! اگر آپ نے اس

کس یوگی کو صدمہ پہنچایا تو یاد رہے ہم سب لوگ بدو عادی تھے۔ البتہ
ہمارے ساتھ ہے۔ آپ کے پان میں مہا کو ملا تھا۔ ہم لوگ پان کھانے

کے عادی نہیں۔ یوگی کو نشہ ہو آیا۔ اور یہ بیوش ہو گیا۔"

اسکی مستقل مزاجی کام آئی۔ بگڑی بات بن گئی۔ رانی نے مٹھن ہو کر
شاہزادی کو گود میں اٹھالیا۔ اور اس سے پوچھنے لگی۔ "تجھ کو کیا ہو گیا

جوان کو دیکھ کر بیوش ہو گئی۔ وہ بولی۔ "میں نے شہنا تھا۔ لڑکپن میں غلط
کیوجہ سے انی مال باپ نے ان سب کو بیچ دیا تھا۔ اس وجہ سے میرے

دل میں دیا آئی۔ اور میں اپنے آپ کو سنبھال نہ سکی۔"

رانی نے پھر یوگیوں کو گلے بچانے کا حکم دیا۔ اور جب وہ گابجا چکے۔
تو کھار دے کر رخصت کیا۔ اور وہ اپنے ڈیرہ پر واپس آئے۔

اس بات کے کہنے کی ضرورت نہیں ہے کہ وہ جسے سینی او دل کا

عورت کا اعتبار نہ کرنا چاہئے تھا۔ نہ اس کو اپنے ارادہ سے خبردار کرنا ہی لازم تھا۔ دوسرے لمحے کو کبھی منظور نہیں ہے کہ دشمن کی لڑکی گھر میں آوے۔ مگر خیر جو ہونا تھا ہو گیا۔ اب یہاں سے جلد کوچ کر دینا مناسب ہے۔

اس کے بعد یوگیوں کے گروہ نے مختلف لباس میں مانڈو دیش کے تمام قلعوں کو جا کر دیکھا۔ انکی مضبوطی کا پتہ لیا اور شانہ رادٹی و تچے سینی کی باتوں کی اچھی طرح سے جانچ کر لی۔

چھٹا گیت

مانڈو کی لڑائی

جونو لکھا ہارانی نے دیا تھا۔ وہ آٹھ گھنٹے لاکھ نامی پتیر یا کو بخش دیا۔ یہ گلے والی عورت کسی وقت دیش راج کے یہاں تھی۔ کرنگارے بھلے اور چیرل کے اس کو بھی بکڑ لایا تھا۔ اور اس وقت سے لے کر اب تک وہ وہاں ہی رہتی تھی۔ اس کو دیکھ آٹھا کو اپنے باپ کا زمانہ یاد آیا۔ اور اس نے وہ وہ قیمتی ہار اس کو دیکر کہا۔ یہ تو لے لے ہمارے کس کام کا ہے۔

ہونے والی بات! کیسی دن راجہ جمبا کی نظر اس ہار پر پڑی دریا کرنے پر معلوم ہوا کہ رانی نے یوگیوں کو دیدیا تھا۔ اور یوگی نے اس کو دیدیا راجہ کو یوگیوں کی سیر جتنی دیکھ کر حیرت ہوئی۔ مزید تحقیقات کی گئی۔ اور جب اسکو معلوم ہوا کہ یہ لڑکے دیول دیوی کے فرزند ہیں اور ماں کا حکم پا کر باپ کے بدلہ لینے کی فکر میں رہتے ہیں۔ اسکا مانٹھا ٹھنکا۔ اور وہ اپنے وزیر دیول سے مشورہ لیکر لڑائی کے انتظام میں مصروف ہوا۔

جب مانڈودیش میں مشہور ہو رہا تھا۔ دلیر اور حوصلہ مند راجپوت بھول کے جنگلوں کو گھماڑوں سے لٹوار ہے تھے۔ یہ جنگل بارہ کوس کا لمبا اور چوڑا تھا جب کبھی مانڈو کے راجہ پر مصیبت آتی تھی۔ وہ یہاں آ کر پناہ لیتا تھا۔ کسی غنیم کو جنگل میں گھسنے کی جرأت نہیں ہوا کرتی تھی اور جب موقع ملتا۔ پناہ گزین راجہ اندھیرے اور گھنے جنگل سے نکل کر دشمن کو صاف کر دیا کرتا تھا۔ آٹھا اوڈل اور ان کی جماعت نے چند ہی دنوں کے عرصہ میں تمام جنگل کو بیل دیا۔ اور اس میں آگ لگا دی۔ ٹوڈر پور کا حاکم راجہ ٹوڈر اس کا محافظ تھا۔ جنگل کی بربادی کی خبر سن کر مقابلہ پر آیا۔ طبلہ کی آواز سن کر اوڈل چونکا۔ معلوم ہوتا ہے دشمن کو خبر تک گئی۔ اور وہ لڑنے کے لئے آ رہا ہے۔ اسی وقت فوج کو تیاری کا حکم دیدیا۔ سب نے زرہ بکتر پہن لئے۔ منوہرا کی پیچھے پر دیوا سوار تھا۔ اور منڈا بیٹے پر دیول دیوی کا بڑا لڑکا اچھل کر بیٹھ گیا۔

جس وقت راجپوت دشمنوں کے مقابلہ کے لئے تیار ہوئے۔ انہی کا شانزادہ گھوڑے پر سوار ہو کر ان سے پوچھنے لگا "تم کون ہو جو اس طرح بے باکی سے اس جنگل کو برباد کر رہے ہو اور اس سے تمہاری کیا غرض ہے؟ اوڈل نے کہا "ہم پر مال والے موباکے منگوار ہیں اور ویشراج کے بدلہ لینے کی غرض سے سب سے پہلے اس گھنے جنگل کو برباد کر رہے ہیں تاکہ مانڈو کا راجہ ہم سے شکست کھا کر یہاں پناہ نہ لے سکے۔" اس نے کہا "بہتر ہے تم ہو بے واپس چلے جاؤ۔ تمہاری کسنی کو دیکھ کر رحم آتا ہے۔"

اوڈل بولا "ہم کو تم کس لڑکے نہ سمجھو۔ ہم وہ جھلنے والی چنگاریاں ہیں جو دم کے دم میں دشمنوں کو جلا کر خاک سیاہ کر دیتی ہیں۔ جس وقت سلاب کی طرح ہم آگے کی طرف قدم بڑھاتے ہیں۔ کس کی مجال ہے

کہ ہمارے سامنے کھڑا ہو سکے اگر تمہاری یہ خواہش ہے۔ کہ ہم یہاں سے چلے جائیں تو تم ہماری پانچ شرطیں قبول کرو۔ پہلی کھوڑا۔ پانچ شدید باغی اور لاکھا پتہ تاکہ معہ نو لکھا ہار کے ہمارے حوالہ کرو۔ جمہارا جہ کا سر کاٹ کر ہم کو دو اور اپنی بہن و چھ سینی کے ساتھ ہماری شادی کر دو۔ اگر یہ باتیں منظور ہیں تو ہم ابھی چلے جائیں گے۔ ورنہ ماٹھ و دیش کو جلا کر خاک سیاہ کر دیں گے۔“

ان باتوں کو سن کر ماٹھ و دیش کے شاہزادہ کے غصہ کی آگ مستعل ہوئی۔ وہ اپنی فوج سے مخاطب ہو کر کہنے لگا۔ اُن زبان و راز لڑکوں کو ابھی ابھی منرا دو۔ کہ ان کو اپنی چھٹی کا دودھ یاد آ جائے۔“

اتنا کہنا تھا کہ ماٹھ و دیش کی فوج ہراتی ہوئی سمند کی طرح دھوا دھوا لڑ پڑ چھٹی۔ یہ پہلے ہی سے تیار اور منظم کھڑے تھے۔ ان کا خیر مقدم کیا۔ جانبین کے بند و قیں سر ہونے لگیں۔ تلواروں سے تلواریں بجنے لگیں۔ نیزوں سے نیزے کھڑکے لگے۔ لڑائی کا یہ عالم تھا کہ خشوں کے پستے رگ گئے۔ زمین سرخ ہو گئی۔ خون کی ندی بہنے لگی۔ جس میں انسان کے سر کٹے۔ و حشر ٹھیلی کی طرح تیرتے ہوئے نظر آتے تھے۔ مقتول سپاہیوں کی ڈھالیں اُس کے پھوسے جنہیں اور بیچ میں کتے ہوئے سپروں کا ڈھیر ٹیلوں کی طرح نظر آتا تھا۔ تیرتے ہوئے لاسٹل پر کوسے اور گدھ بٹے جا رہے تھے۔

جب خوب گھمسان ہو چکی۔ انویں کے بیٹے نے سرخہ پر سوار ہو کر اوہل کو لٹکا را۔ اسے دیول دیوئی کے لڑکے آجا۔ اب میرا اور تیرا سامنا ہے۔ لڑائی میرے اور تیرے درمیان ہونی چاہئے اور لوگ کیوں محنت میں ضائع ہوں۔“

اس نے کہا، معلوم ہوا۔ تیری عسکر کا پیمانہ جھلکنے پر آگیا۔ آو۔

پہلا وار تو کر۔

یہ سنکر انہی کے لڑکے نے ہاتھ میں بجالایا۔ اول نے بھی اسکی تقلید کی۔ بچے کیا تھے۔ بچہ پھناتے ہوئے سانپ تھے۔ انہی کے لڑکے نے پہلا وار چلایا۔ بچہ بلا گھوڑا پتیر بدل گیا۔ اور اول سنگھ زور دے کر بچ گیا۔ اب اسکی باری آئی۔ اس نے کہا۔ شنبہل مٹیو۔ اب میں وار کرتا ہوں۔ یہ کہہ کر جو اس نے بجالا چلایا۔ انہی کا لڑکا وہیں ختم ہو گیا۔ زمین پر گر پڑا اور آنکھیں بند ہو گئیں۔ لڑکے نے مقابلہ کر آیا۔ مگر وہی وقت شام ہو گئی۔ لڑنے والے میدان چھوڑ کر آرام کرنے گئے۔

دوسرے دن صبح ہوتے ہی پھر مل جنگ بجا۔ اب کی سورتج اول کے درخت کو ربا د کر دیا ہے۔ بلاؤ اول کو میرا مقابلہ کیے۔ یہاں کی بات سنکر اول سامنے آیا۔ میری ماں قبول دیویشی نے شیر مٹا ہے۔ وہ شیر میں ہوں۔ میں نے جنگل کو ربا د کیا ہے۔ جس کو لڑنا ہو میرے ساتھ لڑے۔

پھر وہ دونوں لڑنے لگے اور ان کا حکم و اشارہ پا کر دونوں خوبیں کی لکھاؤں کی طرح آئے سامنے آئیں۔ تلواروں کی کڑک ان لکھاؤں میں بادل کی لکھاؤں سے آواز گئی۔ ہتھیار اس طرح چمکتے تھے۔ جیسے برسات میں بجلی چمکتی ہے۔ اور لڑاکوں کے سر جو ٹپ زمین پر گر رہے تھے۔ پانی کی بوندوں سے مشابہ تھے۔

اول اس طرح دشمنوں کی صف میں بلا ہوا ان کا کام تمام کر رہا تھا۔ جیسے دیندہ شیر کسی عبیر بکری کی صف کو تباہ کرتا ہے۔ مٹھکا جدمر تھیکتا تھا۔ دم کے دم میں سلسلے صاف ہو جاتی تھیں۔ سورتج اور اول ہم عمر اور دونوں شہزور لڑاکے تھے۔ دونوں ہی کو تیغ زنی میں کمال تھا۔ دیر تک لڑائی تھی۔ آخر سورتج مل کی تلوار قوت ملی۔

صرف قبضہ ہاتھ میں رہ گیا۔ سورج مل نے سمجھا موت قریب آگئی۔ مگر اوقل نے ہنس کر اس کو پھر دوسری تلوار ہاتھ میں لینے کا موقع دیا۔ تاہم موت قریب آپکی تھی۔ وہ سنبھل نہ سکا۔ اور اوقل کے ہاتھ سے مارا گیا۔ جب یہ حالت ہوئی مغلوب فوج مانڈو کی طرف بھاگ نکلی۔ جہاں جمہانے کرنگارائے کو بول کے بن کی طرف جانے کا حکم دیا۔ اس کیساتھ ہزاروں کی تعداد میں ہاتھی اور گھوڑے تھے۔ نوجوان راجپوتوں کی کثیر تعداد اپنے ملک کی حفاظت اور دشمن کی بائٹھالی کے خیال کے ساتھ ہوئی مگر جس وقت کرنگارائے ہاتھی پر سوار ہوئے لگا۔ کسی نے چھینک دیا۔ ساتھ کے پنڈت نے کہا: بد شگون ہوئی۔ ٹھہر جاؤ نتیجہ خراب ہوگا۔ شاہراہ نے جواب دیا: گھڑی میں گھر چلے ڈھائی گھڑی بعد رات پندرہ بجے تم ہیو وہ باتیں نہ بکو۔ کشتی کے لئے ساعت اور شگون کوئی چیز نہیں ہیں۔ وہ ہر وقت موت کے منہ میں رہتا ہے۔ مرنے کے لئے کس کو لہجی اور بری ساعت پوچھنے کی ضرورت ہے؟

یہ کہہ کر وہ بالکارا چوت ہاتھی پر سوار ہو کر میدان جنگ میں آیا۔ اور لکارا کر کہنے لگا: میرا یو گیو! ادھر آؤ۔ تمہارے باپ کا قاتل میں ہوں میں اسی نے اس کے جسم کو ٹھو میں جو رچور کر دیا۔ اور اپنی تیغ سے اس کا سر کاٹ کر کنگرے میں ٹھکایا۔ آؤ جس کو لانا ہو میرا مقابلہ کرے۔ اس کی گرج سن کر اوقل سامنے آیا: اے مانڈو کے شاہراہ سے! تو اپنی دلیری کی ڈینگ بہت مارتا ہے۔ اگر ہم نے یوگی کا بھیس بنا کر تیرے گھر کا بھید لیا۔ تو کیا برا کیا۔ بلج دہرم اتن قسم کی باتوں کی اجازت دیتا ہے۔ لیکن تو نے کیوں چوٹ کی طرح آدھی رات کو سوئے ہوئے راجپوتوں کو برباد کیا۔ یہ کون سی دلیری کی بات تھی؟ کرنگارائے نے جواب دیا: اگر راج دہرم تم کو مکر و فریب سے بدلہ لینے کی اجازت دیتا ہے۔ فضول باتوں کو چھوڑو۔ استیں

سنبھالو۔ اگر محنت ہے تو اسی وقت اپنے باپ کے خون کا بدلہ لو۔
 دونوں شیر مردوں نے تلوار ہاتھ میں لی۔ ایک دوسرے کے ساتھ
 داؤ پیچ ہوئے لگا۔ دونوں کی تلواریں پیچ سے ٹوٹ گئیں۔ لڑنیوالوں نے
 نیزے اٹھائے نیزے بھی بیکار گئے۔ پھر تلوار ہاتھ میں لیا۔ او دل سنگھ
 کے ضرب سے کرنگارائے کے ہاتھی کی سونڈ کٹ گئی۔ اور وہ میدان چھوڑ
 کر گھٹ بھاگا۔ پھر گھوڑے پر سوار ہو کر آیا۔ او دل بندیلیے کی پیچ پر بٹھا
 لنگارتا ہوا کرنگارائے پر چبٹا۔ او کسا کر لنگارائے ہوشیار ہو جا۔ پتھر مٹا
 سر پہ اپنی۔ اور جب اس نے نن کے تلوار ماری کرنگارائے کا سر بچنے کی
 طرح الٹ جا پڑا۔

اس کا مرنا تھا۔ کہ دونوں فوج جوش و خروش کے ساتھ ایک دوسرے
 پر حملہ آور ہوئیں۔ رنگا بنگا اور شاہ آباد کے بچانوں نے دیوا اور ملکا کا
 اشارہ دیا کہ اس دن سخت اور دم مچایا۔ ہزاروں آدمی ان کے ہاتھ سے
 مارے گئے۔ آٹھا۔ او دل۔ ملکھے۔ دیوا۔ اور بنارس کے سید سب نے
 دل کھول کر داؤ پیچا دیا۔

بہت دیر تک لڑائی رہی۔ مگر آخر ماند ویش کی فوج شکست کھا
 گئی اور اس کے پاؤں میدان سے اکھڑ گئے۔
 جب کوئی مقابلہ کرنے والا باقی نہیں رہا۔ او دل دشمن کا سراٹھا کر
 خیمہ میں آئے۔ دیول دیٹی اس کی ماں جو باچھوڑ کر لڑائی دیکھنے کے لئے
 آئی تھی جھوٹے لڑکے نے کرنگارائے کا سر اس کے قدموں پر لڑ کر رکھ دیا۔
 اور کہنے لگا۔ "دیکھ ماما یہ میرے باپ کے قاتل کا سر ہے۔" دیول دل بھر
 آیا۔ آنکھوں سے آنسو اور چھاتی سے دودھ بہ لکھا اور اس نے او دل کو
 گود سے چمٹا کر دعائیں دیں اور بلائیں لیں۔

ساتواں گیت

اودل غائب و جمبا کی موت

دیول دیوی کے لڑکے جس وقت بھل کے جنگل میں دوسے سے لوہا بچا رہے تھے۔ انہیں دنوں ماہل ارٹی کا راجہ ہو با میں آیا۔ یہ راتی ملہن دیوی کا بھائی تھا۔ جب شائستہ طریق پر اس کا استقبال ہو چکا۔ رانی اس سے مخاطب ہو کر پوچھنے لگی۔ کیا تم کو کچھ خبر ہے۔ ہمارے سردار۔ آٹھا اودل اب کہاں ہیں۔ آٹھ مہینے کا وعدہ کر کے گئے تھے۔ مگر اب تک واپس نہیں آئے؟

ماہل نے جواب دیا۔ یہ سب کے سب ماٹھو دیش کے راجہ سے لڑنے گئے تھے۔ اس سے شکست کھا گئے۔ اور ان کے سر تاج برکد کے درخت سے لٹک رہے ہیں۔

یہ سننا تھا کہ محل میں کھرام مچ گیا۔ ملہن رو رو کر کہنے لگی۔ ہائے جن لڑکوں کو میں نے مویا کے تخت کا ستون سمجھا تھا۔ وہ اس طرح مارے گئے۔ میرے سونے کی لٹکا خاک میں مل گئی۔ اب کون ہے جو ان کی جگہ جاسے راج کی زمینیت اور طاقت کا کام دے گا۔

ماہل نے کہا۔ ان کے بڑے ہم کو رنج نہ کرنا چاہئے۔ راجہ کے یہاں نوکر چاکر ہوا ہی کرتے ہیں۔ بہتر ہے۔ اب ان کا خیال دل سے دھو کر دو۔ مگر ملہن دیوی کی ان باتوں سے تشفی نہیں ہوئی۔ وہ کہنے لگی۔ یہ میرے نوکر نہیں تھے۔ بلکہ میرے لڑکے تھے۔

پر مال کو بھی اس سانچہ کو سن کر سخت رنج ہوا۔

مگر ایسی یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ دھینا کر لگا راتے کا سر لے ہوئے دربار میں پہنچا۔ پر مال نے سمجھا یہ آٹھا کا سر ہے۔ بیوقوف ہو کر زمین پر گر پڑا

جب ہوش آیا۔ وہ روپنہ سے سارا حال دریافت کرنے لگا۔ اس نے جواب دیا: عماراج کی جے ہو۔ یہ آلہا کا میر نہیں ہے۔ بلکہ کرنگارائے آپ کے دکن کا سر ہے۔ جو اودل نے کاٹا تھا۔ آپ کے سب سردار زندہ ہیں۔ انہوں نے جھل کے جنگل میں دشمن کو ایسی شکست دی ہے کہ اب وہ پھر نہ اٹھ سکے گا۔ الہی کا لڑکا۔ ٹوڈر۔ سوہج اور کرنگارائے چاروں تہہ تیہ تھے یہ میر اودل نے آپ کے پاس بطور نذر کے بھیجا ہے۔

رانی نے خوشی خوشی روپنا کو خلعت دیا۔ پھر میں شادی نے پہنے لگے۔ اور جب روپنہ نے دقتیں کھٹے آرام کر لیا۔ رانی نے کہا: تم دیر نہ کرو۔ ابھی چہرہ ہندویش کو داپس باؤ اور میرے بیٹوں کو مبارک باد دو۔ وہ حکم پا کر سستہ کھائے کھوڑے کی زین پر کود گیا۔ اور جب سرداروں سے مل کر رانہ والی کی خیریت سنائی وہ خوش ہوئے اور گڑھ کے ٹیغ کرنے کی تیاریاں ہونے لگیں جب جہلے لڑکا کہ لڑکے مارے گئے۔ اور اودل نے برہمنی سے ان کے سر کاٹ لئے۔ وہ سخت پریشان ہوا۔ اور رہنے لگا۔ رانی نے کہا: تم جوتے کیوں ہو؟ راجپوتنی مرنے مارنے ہی کے لئے اولاد پیدا کرتی ہیں۔ مجھ کو تو ذرا بھی افسوس نہیں ہے۔ لیکن اس وقت ہوتا اگر لڑکے میدان سے جاگ نکلتے خواہ اور طرح پرانگی جان جاتی۔ جیسے کہا: یہ سب حق ہے مگر اب سخت قمار کا وارث کون ہے؟ اور کس میں یہ طاقت ہے کہ اودل سے جا کر بدلے۔

شاہزادی بیکے صیغی مانتر تھی۔ کہنے لگی: میں اودل کو پیانسن لاؤں گی۔ آپ خاطر فتح رکھتے ہیں طرح ملک کی حمایت کا حق لڑکوں کو ہے۔ ویسا ہی لڑکیوں کو بھی ہے۔ جب اودل نہ رہے گا۔ تب آپ تمام جہیل سرداروں کو باسانی قتل کر سکیں گے۔ راجہ نے اس کی باعث منظور کر لی۔ اور چونکہ اودل کے سر میں کچ

عشق کا سودا سمایا ہوا تھا۔ اس نے حکمت عملی کو کہے اس کو کسی طرح وہاں سے غائب کرادیا۔ اور اس کو لے جھاڑ کھنڈ میں پہنچا آئی۔
 او دل کے غائب ہونے سے لڑائی والوں کی بہت کی مکر ٹوٹ گئی مگر ان میں غضب کی ثابت قدمی تھی۔ کچھ دنوں کے لئے لڑائی بند کر کے مختلف جگہ اس کی تلاش میں آدمی روانہ کئے۔ خود بھی فقیرانہ بھیس بنایا اور ڈھونڈ ڈھونڈتے جھاڑ کھنڈ میں آئے۔ یہاں بچے سیلنی کا گورور ہا کرتا تھا۔ جس نے او دل کو اپنے گھر میں قید کیا تھا۔ جب اچھی طرح پتہ لگالیا۔ بلکھا اور اٹھانے رات کے وقت گورو کے گھر پر چھاپہ مار کر اس کا تمام کیا۔ اور او دل کو لیکر پھر اپنی فوج میں واپس آئے۔ نور طیل جنگ بجا دیا۔
 راجہ جیہاڑ نے کے لئے تیار ہوا۔ اس کے پاس زبردست توپخانہ تھا جب توپوں کو آگ دی گئی۔ تمام جگہ دھواں سے بھر گئی اور بہت بڑی وقت کے ساتھ دشمن پر اپنی فضاہت ثابت کی۔ اس معرکہ میں آٹھا ایک مرتبہ بال بال بچا۔

کئی دن تک متواتر لڑائی رہی۔ آخری دن راجہ جیہاڑ شہر ہانپنی پر سوار ہو کر لڑنے آیا۔ آٹھا کے ساتھ اسکی مڈھٹیر مو گئی۔ دونوں دیر تک لڑتے رہے جب ہاتھ پاؤں ٹل ہو گئے۔ الگ الگ جا کر کھڑے ہو گئے۔ جب ذرا آرام لے لیا۔ پھر مقابلہ یہاں کر ڈے۔ آٹھا نے کہا اب تک تم میرے ہاتھ سے برابر کھیتے رہے ہو۔ اب بیچ کر جانا مشکل ہے۔ دیکھو۔ یہ کچھ شہر ہانپنی جس پر تم سوار ہو میرے باپ کا ہے۔ یہ میری مدد کرے گا۔ اور راجہ دنیا مہاراہ آخری وقت دیکھے گی۔

جہانے کہا۔ کشتری: تیری عقل ماری گئی ہے۔ جانوروں میں سمجھ بوجھ کہاں سے آئی۔ جو تیرے نمک کا پاس کرے گا۔
 آٹھا نے جواب دیا۔ ہمارا راج! آپ کے ہونٹ کہاں ہیں جانور

میں انسان سے کم عقل نہیں ہے۔ کیا آپ نے کسی ہاتھی کو بھی جا ملے یا وہ کی طرف توجہ کرتے دیکھا ہے؟ حالانکہ انسان عقل والا ہو کر بھی غلطی کرتا رہتا ہے۔ یہ ثبوت ہے کہ ہاتھی بھی عقلمند ہوتا ہے اور چاہے یہ ہاتھی میری مدد کرے یا نہ کرے۔ خوش قسمتی اور آپ کی بد نصیبی اس کا فیصلہ ابھی کئے دیتی ہے۔

ایسا معلوم ہوتا تھا۔ گویا ہاتھی آہا کی بات سمجھ رہا ہے۔ اس کو مدد آسمانی گویا امرالفاقیہ سمجھو جس وقت آہا اور جہا لڑنے لگے۔ ہاتھی نے زور سے اپنے جسم کو حرکت دیا۔ اور نقرئی ہو وہ جس پر جہا سوار تھا زمین پر آ رہا ہے۔ راجہ سر کے بل کے گرا۔ اور اسی وقت آہا نے گود کر اُس کی مشکلیں کس بس بلکھن۔ اوّل۔ سید اور دیوا پاس تھے۔ اس کو سنبھال لیا اوّل کو راجا کی گرفتاری سے اتنی خوشی ہوئی کہ وہ اُچھلنے لگا۔ اور روپا کو حکم دیا۔ ابھی جاؤ۔ اور دیول ویٹی کو لے آؤ۔ تاکہ اپنے دشمن کی حالت کو ملاحظہ کرے۔ جہا کی گرفتاری کا حال سن کر وہ دیوی وہاں آئی اور آتے کے ساتھ ہی حکم دیا کہ اس کے محلوں کو آگ لگا دو۔

جہا کے قید ہوئے ہی ماندو کی فوج کا جی چھوٹ گیا۔ بہادر کشتری اس طرح لڑے کہ دانتوں پسینہ آیا۔ مگر راجہ کو آزاد نہ کر سکے۔ اور سب کے سب مارے گئے۔

جس وقت آہا کی فوج نے محلوں کو لوٹ لیا اور ان کو آگ لگا دی رانی کو شہلا بقیہ راجہ کو میدان میں خود چلی آئی اور کہنے لگی۔ "دیش راج کے لڑکو دیکھو غضب نہ ڈھاؤ۔ بہتاری فوج عورتوں پر سختی کرنے لگی ہے۔ یہ سخت نامناسب کام ہے۔" آہا نے رانی کے ساتھ تعظیم سے بات چیت کی اور نرمی کے ساتھ جواب دیکر کہا۔ "آپ لڑائی کا اصل سبب جانتی ہو۔ اس لئے اس کے سوا باقی ہر حالت میں آپ تعظیم کا لحاظ کیا جاویگا۔ آپ

سے یہ درخواست ہے کہ تو لکھا ہار منگوا دیجئے اور شاہزادی وجے سیتی کی میرے حوالے کر دیجئے۔" رانی نے یہ درخواست منظور کر لی۔ اور جب ان کی شرطیں پوری ہو گئیں۔ شہر کا لوٹنا موقوف کر دیا گیا۔
شہر میں تسلط کرنے کے بعد اودل نے راجہ جمپا کے سر کو اپنے ہاتھ سے کاٹ دیا۔ اس کا جسم کوٹھوکے لئے حوالہ کیا گیا۔ اور دیش راج کا سر مٹا کر اسکی جگہ جمپا کا سر کنگور پر لٹکا دیا گیا۔
دیول دیوی کی نگاہیں وقت شوہر کی خشک کھوپڑی پر پڑی دھڑا مار کر رونے لگی۔ مگر مقضام وقت اور تھا۔ سمجھ بوجھ کر چپ ہو رہی۔ اور اردکوں نے چتا تیار کر کے اسکا شاستروں کے موافق کر یا کر م کیا۔ اور سب لوگ حویلیے واپس آئے۔

آٹھواں گیت

آٹھا کی شادی اور بار ات

نینا گڑھ گنگا کے کنارے آباد تھا۔ اس کا تعلق کوہ وندھیا بل کے سلسلہ کے ایک پہاڑی پر واقع ہے۔ جس کے تین طرف دریا گنگا کا پانی

نہ آٹھا کھنڈ میں ایک جگہ لکھا ہے کہ وجے سیتی کی اودل کے ساتھ شادی کرائی گئی۔ مگر ساتھ ہی لکھتے ہیں اس خوف سے اس کو مار دیا کہ دشمن کی لڑکی ہے۔ کہیں باپ کے خون کا بدلہ نہ لے لے۔ ایثار جانے اس میں کہاں تک سچائی ہے۔
نینا گڑھ کو آج کل چنار گڑھ کہتے ہیں۔ جو مزاپور سے بیس میل پورب میں واقع ہے۔ قلعہ اس کا قلعہ عجیب و غریب ہے۔

لہر آتا ہے۔ یہ قلعہ اس قدر قدیم ہے کہ کسی کو اس کے حالات نہیں معلوم ہیں۔
 نیپالی نامی راجہ بیال کا حکمران تھا۔ اس میں کشتری پن کی نرالی
 شان تھی اور وہ دور دور کشتریوں کا زبردست سردار مشہور تھا۔
 اسکی لڑکی سونو کنور حسین اور مہ جیسی تھی۔ چندرہ سولہ برس کی عمر
 ہو گئی تھی۔ مگر بھی نک کسی سے شادی نہیں ہوئی تھی۔ ایک دن یہ ریتی
 سیلیوں کوئے ہوئے پھول بگیا میں سیر کرنے کے لئے گئی۔ باغ و گلش
 تھا۔ اس کے ہر چار طرف خوبصورت بارہ دریاں بنی تھیں۔ بیچ میں کنول
 کا تالاب اور ارد گرد طرح طرح کے خوبصورت پھول کے درخت لگے تھے۔
 بلغ کے کنارے بارہ دریوں کے اس طرف برگد۔ گولہ۔ ام۔ جامن کے درخت
 اس طرح لگائے گئے تھے کہ وہ چار دیواری کا کام دیتے تھے۔
 راجہ ماری۔ سونو اور مال تفریح کی غرض سے گئی ہوئی تھی۔ جب یہ
 سکھیاں گھسیٹنے لگیں۔ کسی نے موبے کے راجہ تول کا ذکر چھیڑ دیا۔
 ایک لڑکی بولی: "آہا ان سب میں بزرگ ہے۔" دوسری نے کہا۔
 "اوہل بڑا خوبصورت ہے۔ مگر اس نے راجہ ماری بے سیٹی کی درگت کی۔"
 اس کو ذرا بھی محبت کا پاس نہیں ہوا۔ تیسری نے کہا: "اگر کہیں سونو کی
 شادی آٹھواں سے ہو جائے تو کیا کہنا ہے۔ سونو خاموشی سے ان سب
 باتوں کو سنتی رہی۔ مگر اس کے دل میں بھی آٹھواں کے ساتھ شادی کرنے کا
 خیال پیدا ہوا۔ اس نے قدیم زمانہ کی راجہ تینول کی طرح دل میں عہد کیا
 کہ تو اسی راجہ تینول کی طرح دل میں عہد کیا کہ یا تو اسی راجہ تینول
 شادی کروں گی یا زمر کھا کر میرا دل لے گی۔"

۱۱۔ اس زمانہ میں پھول بگیا کا نام پھول ٹریل ہے۔ گواہ مہاتیں مہار ہو گئی ہیں۔ مگر
 بیچ میں کنول کا تالاب او۔ دکن کی طرف ایک بارہ درسی اب بھی موجود ہے۔

جب لڑکیاں باغ سے واپس آئیں۔ سب نے مل کر رانی سے کہا
 "بیٹی کو کب تک گھر میں بٹھائے رکھو گی۔ یہ پرانے گھر کی امانت ہے۔ بہتر
 ہے۔ اسکی شادی کر دو۔" رانی نے راجہ سے تذکرہ کیا۔ اور اس نے اپنے پر دست
 کو جابجا گھوم پھیر کر ریکر کی تلاش کرنے کا حکم دیا۔ یہ سب جگہ گیا۔ مگر کسی نے
 شادی کرنی منظور نہیں کی۔ کیونکہ نیپالی زبردست لڑاکا مشہور تھا۔ اور
 چونکہ راجپوتوں میں شادی بواہ اکثر جنگ و جدل کے ساتھ ہوتے تھے۔
 سب نے انکار کر دیا۔

نیپالی نے پر دست کو مہو یا جانے سے منع کیا تھا۔ اس لئے وہ یہاں
 نہیں آیا۔ راہ ہی سے واپس چلا گیا۔ مگر اس کے جانے سے پہلے ہی سونوا
 کا خط آگیا کہ نام پہنچ گیا تھا۔ جس میں اس نے لکھ دیا تھا کہ "اگر راجپوتوں
 میں کنواری کنیا کی عزت کا پاس ہوتا ہے تو آپ یہاں آکر مجھ کو بواہ لے
 جائیے ورنہ میں زہر کھا کر مر جاؤں گی۔ اور تمہاری مردانگی پر ہمیشہ ناکوار
 و صبا بن رہی گا۔"

جس وقت آگیا کہ یہ خط ملا۔ میرا تائن۔ علامت علی۔ تیغ بہادر۔ دریا خاں
 علی بہادر۔ منا گوجر۔ روپنا باری۔ دیوا۔ او دل۔ ملکتھا سب موجود تھے۔ یہ آگیا
 وہ خط پڑھ کر سب کو سنایا۔ ان سب نے رضا مند ہو کر کہا "جو شخص عورت
 کے حکم کو نہیں مانتا وہ نامرد ہے۔ بہتر ہے ابھی لشکر تیار ہو اور ہم سب
 دگ چلکر شاہزادی کو لے آئیں۔"

جس وقت یہ خبر پڑی اور ملہن دیوی کو ملی وہ سہم گئے۔ کیونکہ نیپالی
 کی طاقت و جرات سے وہ ناواقف نہیں تھے۔ مگر جب دیکھا کہ نوجوان
 کستری کنواری کنیا کے حکم کے سامنے کسی کی ٹھٹھنے والے نہیں ہیں
 ملہن دیوی نے آٹھا کو بلا کر کہا "بیٹے! لڑکے پڑیاں کا حق بہت ہوتا
 ہے۔ دنیا میں ہر چیز کی قیمت ہے۔ مگر ماں کے دودھ کی قیمت کوئی نہیں

ادا کر سکتا۔ میں نے تجھ کو اپنی چھاتی کے دودھ سے پالا ہے اس لئے دیول دیوی کے مقابلہ میں میرا حق کہیں زیادہ ہے۔ اگر شادی کرنے کے لئے جاتا ہے تو جا۔ مگر میرے حق کو کبھی مت بھولنا۔

آٹھانے ہمارائی کے پاؤں کو بوسہ دیا اور اس کی اجازت لے کر چھ دن کے عرصہ میں غینا گڑھ کے قریب پہنچا۔ باقی گھوڑے رتھ ہزاروں کی تعداد میں ساتھ تھے۔ جب راجہ دھانی آٹھ کو اس کے قریب رہ گئی۔ بلکاتا نے روپنا باری کو اپنی داری دے کر راج محل کی طرف روانہ ہوا تاکہ راجہ کو ان کے ارادہ اور ان کی آمد کی اطلاع کر دے۔

روپنا باری گھوڑے پر سوار ہو کر محل کے دروازہ پر پہنچا۔ اس کی سب دیکھ کر لوگ ششدر ہو گئے۔ دربان نے پوچھا تو کون ہے کہاں سے آیا ہے؟ اس نے جواب دیا۔ "سروار آٹھ سنگھ ہمارے آیا ہے میں اپنی داری لایا ہوں۔ راجہ صاحب کو خبر دو۔"

یہ عام دستور ہے جو کوئی اپنی داری لاتا ہے۔ اس کو انعام دیا جاتا ہے۔ جب روپنا باری سے پوچھا گیا۔ "تجھ کو کیا انعام ملے۔" اس نے ہنس کر کہا۔ "میں آٹھ اور دل کا باری ہوں۔ جیسا راجہ ویسا پر جا۔ میرے سروار دنیا میں لڑا کے مشہور ہیں۔ میرا انعام یہ ہے کہ جس کسی کو اپنی جان پیاری نہ ہو۔ وہ میرے ساتھ دودھ ہاتھ تلوار کے چلائے۔ چار گھنٹہ تک میں اکیلے لڑ سکتا ہوں۔"

جب راجہ نیپالی کو خبر دی گئی۔ وہ سخت متعجب ہوا کہنے لگا۔ یہ

لے اپنی داری پسپوئی ملدی اور چادل کو کہتے ہیں۔ آج کل پورب میں اس کے بیٹھنے کا دستور نہیں۔ بلکہ "مرانے" کی ہانڈی بیٹھنے ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ لڑ گیا۔ اس کی پیشوائی ہونی چاہیے۔

عجیب قسم کا باری ہے جو میرے گھر یا کر لڑائی کے لئے لٹکا رہا ہے۔ پورن پٹنہ
کا راجہ دربار میں حاضر تھا۔ منہس کر بولا۔ ”کچھ پرواہ نہیں میں جاتا ہوں۔“
باری جو انعام مانگ رہا ہے اسکو دوں گا۔“

یہ کہہ کر وہ تنگی ملو کر ہاتھ میں لئے ہوئے اسکے سامنے آیا۔ باری اسے
میں آج تجھ کو ایسا انعام دوں گا کہ ہمیشہ کے لئے آسودہ ہو جائے گا۔ پھر کچھ کو انعام
انعام کی ضرورت باقی نہ رہے گی۔“ باری نے خوشی سے اس کا شکریہ ادا کیا۔
دونوں ڈھال تلوار لے کر دوڑ پڑے۔ پٹنہ والا کو تیز دست تھا۔ مگر اس سے
کچھ نہ بن سکا۔ باری کے ہاتھ سے زخمی ہوا۔ اس کے سوا اور کئی سپاہی بھی
قتل ہوئے جب روپا پور سے چار گھنٹے لڑ چکا گھوڑے کو تیزی سے دوڑاتے
ہوئے خیمہ گاہ میں آیا۔ اس کے کپڑے خون سے تر تھے ٹکڑے نے پوچھا
”کیا ماجرا ہے؟“ تب اس نے سارا حال انعام پانے کا کہہ سنایا۔ اور سب
نے سمجھ لیا کہ یہ باری راجہ کو لڑائی کا پیغام دے آیا ہے اور تا وقتیکہ
اس کو شکست نہ دی جائے شادی نہ ہو سکے گی۔“

نواں گیت

نینا گڑھ کی لڑائی

روپا کے پیٹھ پھیرتے ہی تمام شہر میں شور مچ گیا۔ عام آدمی کہنے لگے۔
جس رئیس کے نانی باری ایسے لڑا سکے ہیں۔ اس کے سرداروں کی دلیر

لہ باری خدنگ لال کی ایک ذات ہوتی ہے۔“

کا کیا حال ہوگا۔
 راجہ نیپالی کی حیرت کی خود کوئی حد نہیں رہی تھی۔ وہ کہنے لگا: دیکھو
 تمہاری کیسی ہتیک ہوئی۔ ایک معمولی باری نے آکر یورپ کو معہ دوسرے
 کشتریوں کے قتل کر گیا۔ اور سب منہ دیکھتے رہ گئے۔ کسی سے کچھ بن
 نہیں آیا؟

اس راجہ کے وہ لڑکے تھے۔ جو گاسنگھ۔ اور بھوگاسنگھ یہ دونوں
 ہاتھ باندھ کر سمنے لگے۔ "روپنا باری اچانک یہاں آ گیا۔ کسی کو کیا خیال
 تھا کہ وہ ایسا لڑاکا ہے۔ آپ ہم کو حکم دیجئے۔ ہم جا کر ہویا کے سرداروں
 کو ان کی دلیری کا مزہ چکھاویں۔"

راجہ نے ان کی رائے کو قبول کیا۔ اور اسی وقت نغارہ پر چڑھ
 دیا گیا۔ گھلوت کھچوا ہے۔ چند رہنسی۔ بھدور بیٹے۔ چوان۔ ڈورانی۔ غریب
 تمام راجپوت سردار تیخزنی جن کا حصہ تھی۔ مسلح ہو کر آئے اور آٹھا سے
 لڑنے کے لئے روانہ ہوئے۔

جس وقت فوج روانہ ہوئی۔ تمام آسمان گرد و غبار سے بھر گیا
 جنگی باجول کی آواز سے سارا میدان گونج اٹھا۔ جب ملکہ نے سنا۔ کہ
 دشمن کی فوج لڑنے کے لئے آ رہی ہے۔ اس نے بہ شجاعت سپہ سالار اپنے
 لشکر کو تیار ہونے کا حکم دیا۔ سب نے زرہ بکتر پہن لئے۔ اسٹل وحاتی
 توڑیں چرخوں پر چڑھادی گئیں۔

سردار گھوڑوں پر سوار ہو کر دشمن کا اشتار کرنے لگے۔ جس وقت
 دشمن مقابلہ پر آئے۔ پہلے گھول کر ان سے ملنے کے لئے آگے بڑھے۔ سب
 سے پہلے اول سنگھ ہاتھ میں جھنڈا لئے ہوئے باہر آیا۔ بھوگاسنگھ نے
 پوچھا۔ "تم سچ مچ بتاؤ کون ہو۔ اور کیوں آئے ہو؟" اس نے جواب دیا
 ہمارا ولیش ہو با ہے۔ آٹھا سنگھ ہمارا بڑا بھائی ہے۔ ہم سو تو اشنا ہر دہائی

سے اس کی شادی کرنے آئے ہیں۔
 بھوکا سنگھ نے کہا "معلوم ہوا۔ تم بنا فرموشتریوں میں یہ ہنایت
 اچھی قوم ہے۔ اس لئے شادی کا ہونا غیر ممکن ہے۔ بہتر ہے تم مو با
 واپس جاؤ۔ اور ناحق اپنی جان مت دو۔"
 اوڈل نے ہنس کر جواب دیا: "کشتری! تو کیا کہتا ہے۔ کیا کسی راجپوت
 نے بھی آگے قدم بڑھا کر پیچھے ہٹا یا ہے؟ تو دیکھ گے۔ کہ ہم میں سے کون
 اچھا ہے۔"

یہ کہہ کر دونوں نے ہمالیا ر سنبھالے۔ ٹلکھے اور اٹھانے دوسرے
 اس کے اشارے کو دیکھا۔ اور سب کے سب نے چاروں طرف سے
 دشمنوں کو گھیر لیا۔ ایک سے ایک لڑنے لگا۔ مٹا گوجر۔ روہیا باری۔
 علامت علی وغیرہ نے وہ کرتب دکھائے کہ دیکھنے والے تھرا گئے۔ رو
 نینا گڑھ والے گھبر گئے۔ راجا سے جا کر کہا: "اب تم امر دھمول کو نکا
 اور کسی طرح ان کے ہاتھ سے بچاؤ نہیں سہے۔" اور جب راجہ نے اس
 دھمول کو فوج میں بھیج دیا لڑنے والوں میں نئے سرے جان آگئی۔
 اور وہ اس دفعہ اس طرح لڑنے لگے کہ مو با والوں کے دلوں سے فسخ
 کی اُمید بجاتی رہی۔ ان کے آدمی بھی اُس دن بہ کثرت کام آئے۔
 شام کے وقت جب لڑنے والے اپنے اپنے خیموں میں آرام
 کرنے کے لئے گئے۔ ٹلکھے نے مشورہ کی غرض سے کونسل منعقد کی۔ مو با
 کے تمام سردار اکٹھا ہوئے۔ اور دوسرے دن کی لڑائی کے متعلق بات
 چیت ہونے لگی۔

سب سے پہلے ٹلکھے نے زبان کھولی: "بھائیو! نینا گڑھ کے باشندے
 جبری اور دیر معلوم ہوتے ہیں۔ ان کے سامنے عسکر ہر آہونا کام رکھتا
 ہے۔ کیا تاہیر کی جائے جس سے جلد اس لڑائی کا خاتمہ ہو۔ کیونکہ ان

کے ساتھ کئی دن لڑنے کا اتفاق ہوا تو ہماری کل فوج ضایع ہو چکی
دیوانے کہا۔ "جو بے کی طرف آدمی بھیجو۔ وہاں سے مکہ منگاؤ۔"
علامت علی نے تجویز کیا۔ "حکمت عملی سے لڑائی لڑنی چاہیے۔ تاکہ
ہمارا نقصان کم اور ان کا زیادہ ہو۔"

منا گوہر نے جواب دیا۔ "یہ بات سننے میں اچھی معلوم ہوتی ہے۔ مگر
عمل میں لازماً مشکل ہے۔ کیونکہ ملک و شمنوں کا ہے۔ ان کو چپہ چپہ پھر
زمین سے واقفیت ہے۔ ہم بالکل نادان فتن ہیں۔"
تیغ بہادر نے کہا۔ "کوئی ایسی تدبیر کرنی چاہیے کہ دشمنوں کے خیمہ میں
نا اتفاقی پیدا ہو جائے اور ہم بہ آسانی غالب آئیں۔"

علی بہادر ہنسا۔ "لڑکوں کی طرح باتیں نہ کرو۔ یہ کام اتنی جلد ہی
نہیں ہوتے۔ اس کے بے وقت چاہیے۔ اور قابل آدمیوں کی ضرورت ہے۔"
او دل اب تک خاموشی سے سب کی باتیں سن رہا تھا۔ جب اسکی
باری آئی۔ اس نے کہا۔ "پرسوں ہم نے ان کا قافیہ شک کر دیا تھا۔
اس بات کا پتہ لگانا چاہیے کہ ان میں کیوں استغدر آج جوش پیدا
ہو گیا۔ اور جس وقت اہلیت کا پتہ لگ جائیگا پھر ان کے شکست
کی تدبیر سوچ لینا آسان کام ہوگا۔"

سب نے اس کمن نوجوان کی طرف غور سے نگاہ کیا۔ سب کہنے لگے
"بات سچ ہے۔ مگر وقت کہاں ہے؟"

او دل نے کہا۔ "ہم لوگ یہاں تھیلی پر جان رکھ کر بیٹھے آئے ہیں
اس لئے ہم میں سے کسی کو زندگی سے پیار نہ ہونا چاہیے۔ ہم خوشی خوشی
مجھ کو اجازت دو۔ میں اسی وقت دشمن کے شہر میں داخل ہو کر اسل
مطلب کا پتہ لگاؤں گا۔"

سب کو او دل کی ذہانت پر اعتبار تھا۔ اور جب اس نے آٹھا کا

کا حکم پالیا۔ تبدیل ہیت کر کے گھوڑے پر سوار ہو کر نینا گڑھ کا راستہ لیا۔
راہ میں روک ٹوک ہوئی۔ مگر یہ سب آدمیوں کے شبہات کو رفع کرتا ہوا
اور اپنے آپ کو نینا گڑھ کی رعیت بتاتا ہوا راج مالنی کے گھر جا پہنچا۔
مالنی نے اجنبی آدمی کو اپنے گھر میں داخل کرنے سے اعتراض کیا۔ مگر جب
اس کے ہاتھ میں اشرفیوں کا ایک توڑا رکھ دیا گیا۔ اسکی زبان بند ہو
گئی اور اس نے تھوڑی دیر کے بعد پوچھا۔ "یہ کس قسم کی خدمت کا معاوضہ
ہے؟" اوّل نے کہا "جس قدر میں نے تجھ کو دیا ہے۔ اگل اس سے چوگنا
دو لگا۔ مگر شرط یہ ہے کہ تو یہ خط اور یہ مہر سو نو آرا حکمرانی کے پاس پہنچا۔
مالی نے بہت روو کر کے بعد منظور کیا۔ اور اس نے شاہی محل میں چلا
کر اس کے خط کا جواب لیا۔ اور اُسے پاؤں داپس آئی۔ اوّل نے پھر اسکو
ایک توڑا اشرفیوں کا انعام میں دیا۔ اور چلے غ کے سامنے خط لیکر پڑھا۔
مستعمل یہ تھا

"بانے اوّل! نینا گڑھ کے لشکر پر فتح پانا آسان نہیں ہے۔ راجہ
کے پاس ایک ڈھول ہے جس کی نسبت مشہور ہے۔ اندیر دیوتا کی وی
ہوئی ہے۔ جب یہ بجتی ہے۔ نینا گڑھ کے آدمیوں میں خاص قسم کا جوش
بیدا ہو جاتا ہے۔ کیونکہ ان کو پورا پورا یقین ہو گیا ہے۔ ڈھول کی آواز
کے ساتھ ان کی فتح کی امید وابستہ ہے۔ اگر کسی طرح تم اس ڈھول پر
قابض ہو سکو تو ممکن ہے۔ جلد تمہاری مراد بر آئے ورنہ وقت کا سامنا
کرنا پڑے گا۔"

اوّل نے کچھ دیر غور کیا پھر مالن سے کہنے لگا۔ "اگر وفاداری سے کام
کرنے کو راضی ہو تو میں تجھ کو مال مال کر دوں گا۔" لایچ نے اس کو اندھا بنا
دیا تھا۔ و دراضی ہو گئی۔ اور دیوی کے مندر کے پوجاری کو اپنی سازش
میں شریک کر کے اس ڈھول کو وہاں سے اٹھا لائی۔ اور اوّل نے

اس کو بہت کچھ انعام میں دیا اور پھر اسی شکل سے راتوں رات اپنے خیمہ میں واپس آیا۔

جب صبح کو مرغ نے بانگ دی آٹھا کی فوج نے طبل جنگ بجا دیا۔ "ہینیاہلی کے سردار دلوہی کے مندر میں وصول لینے کے لئے گئے۔ مگر دلوہی تو کہیں اور جگہ پہنچ گیا تھا۔ وہ مایوس ہو گئے۔ مگر باز یادہ غور و فکر کے میدان میں لڑنے کے ارادے سے چلے آئے۔"

پھر وہی معرکہ شروع ہوا۔ لڑنے والے تلوار اور بھالے کھینچ کر دشمنوں سے بھڑکے۔ ہر دو طرف ہمت والے انسان تھے۔ تلوار سے تلوار کھڑکنے لگی۔ ہاتھیوں کے ساتھ ہاتھی۔ گھوڑوں کے ساتھ گھوڑے۔ پینادوں کے ساتھ پیادے۔ سواروں کے ساتھ سوار لڑنے لگے۔ جس طرح آندھنی کے وقت درخت جڑ سے جڑ اکھڑ جاتے ہیں اور پتے ٹہنیاں ہوا میں اڑتی ہوئی دکھائی دیتی ہیں۔ اسی طرح کہیں ہاتھی گر رہے ہیں۔ کہیں گھوڑے مر رہے ہیں اور ہر چار طرف تیروں کے ساتھ آدمیوں کے ہاتھ پاؤں اور سرکٹ کٹ کر اڑ رہے ہیں۔ سارا میدان مروں کی لاشوں سے میٹ گیا مگر کوئی میدان چھوڑنے کے لئے تیار نہیں تھا۔ جب بہت دیر تک لڑائی ہوتی رہی۔ اقول نے ملکتے اور سید سے بل کرایہ دے دی کہ فوج کا ایک حصہ گھوم کر دشمن پر پورب کی طرف سے حملہ کرے دوسرا حصہ میدان چھوڑ کر چھیم کی طرف دشمن کو دھوکا دینے کی غرض سے بھاگ نکلے۔ اس طرح جب ان کے پاؤں اکھڑ جائیں گے۔ پورب کا رسالہ ان کو یہ آسانی مارے گا۔ اور ہم بھی لوٹ کر ان کی خبر لے لیں گے۔"

ملکتے نے اس کو پسند کیا۔ جب کافی فوج پورب کی طرف جا چکی یہ چھیم کی طرف راہی ہوئے۔ دشمنوں نے سمجھا ہوا ہوائے خوف سے بھاگ رہے ہیں سمجھا کر دیا۔ چھ دوڑ آگے چل کر یہ پھر لوٹ پڑے۔ اور

ان پر جادو کے۔ نینا گڑھ والوں میں پھیل پڑ گئی۔ اور جب پورب کا سال حملہ آور ہوا تب تو ان سے کچھ بن نہ پڑی جھڑ گئے۔ رادھ رادھ بھل گئے۔ لگے آٹھا اس طرح ان کے لشکر پر گرا جیسے ٹپٹا ہوا بھوکا شیر مری بھڑول کے گلوں پر کرتا ہے۔ بلکے۔ اوقل اور سید نے وہ ہاتھ کی صفائی دکھلائی کہ دشمن کے پرے کے پرے صاف ہو گئے۔ جو باقی بچ گئے تھے۔ بھال نکلے اور شام کو پھر لڑائی موقوف ہو گئی۔

موتو با والوں کی دلیری دیکھ کر نینا گڑھ والوں کے چپکے چھوٹ گئے چونکہ انکی ضعیف الاعتقاد ہی کا سامان غائب ہو گیا تھا۔ پہلے ہی سے ہمت کی کمر ٹوٹ گئی تھی۔ اب اور بھی اسی چھا گئی۔ اور سندر بن کے راجہ اری نندن کو معہ فوج کے مدد کے لئے بلا بھیجا۔

یہ برس بلغار گنگا کے کنارے آہنچا۔ اور ہشتی پر بیٹھا ہوا نالج کا تماشہ دیکھنے لگا۔ آتما کو حیرت ہوئی کہ یہ کیا ماجرا ہے۔ شکل بدل کر جاسوس کے لباس میں یہ بھی وہاں جا پہنچا۔

تمام دریا کشتیوں سے بھرا ہوا تھا۔ اور سب پر کچا کچھ آدمی موجود تھے۔ اری نندن کی نظر اس پر پڑی۔ ہاتھ کا اشارہ کر کے پاس بلایا۔ جب اس کے پاس گیا حکمت سمجھائی کہ اس نے ملاحوں کو اشارہ کر دیا۔ اور ہشتی بہ نکلے۔ آٹھا کو کیا معلوم تھا کہ یہ دشمن ہے بے پرواہی سے بیٹھا ہوا تھا۔ جب نقوڑی دیر گزری۔ اری نندن نے کہا "تو آٹھا ویش راج کا لڑکا ہے۔ اپنے آپ کو ہمارا قیدی سمجھ اب جا کر آٹھا کے اوسان خطا ہوئے۔ مگر اس نے کچھ جواب نہیں دیا اور اری نندن نے اس کو لے جا کر قید کر دیا۔

اوقل کو اسی وقت آٹھا کے قید ہو جانے کی خبر ملی۔ یہ بلا کا ذہن آدمی تھا۔ تبدیل ہیئت کر کے بخونی سے اپنے گھوڑے کے ساتھ

ایک اور گھوڑا بچنے کے لئے آیا ہے۔ وہ اسکی وضع و قطع دیکھ کر خوش ہو گیا
تیمت پوچھنے لگا۔ او دل نے کہا: "جب تک گھوڑے کی سواری نہ دیکھ
لی جاوے۔ مول بھاؤ کرنا فضول ہے۔ کئی آدمی جرات کر کے اس کے
پاس آئے۔ مگر گھوڑے نے کسی کو اپنی پیٹھ پر آنے کا موقع نہیں دیا۔
اٹھا جو غھوڑے سے فاصلہ پر تھا۔ او دل کی باتیں سن رہا تھا۔ سمجھا ہونہ
ہو۔ او دل نے خبر پیا کر میرے رہا کرنے کی فکر نکالی ہے" جیت کر کے اس
نے کمر سے تلوار نکھینچ لی۔ اور اپنی گارو کے سپاہیوں کو قتل کرتا ہوا اچلی
کی طرح تڑپ کر وہاں سے بھاگا اور چھل کر زمین پر آ رہا۔ دیکھنے والوں
کو ابھی تہہ تک نہ لگا۔ کہ یہ معاملہ کیا ہے۔ اور وہ اور او دل دونوں
نے گھوڑوں کو ایڑ لگا کر یہ جاوہ جا آدمیوں کو روندتے ہوئے نظر
سے اوجھل ہو گئے اور تھوڑی دیر بعد اپنے خیمہ میں داخل ہوئے۔

سید بولا: "انیدہ ایسی جرات نہ کرنا چاہئے"
آٹھواں نے اسی وقت مکھ سے درخواست کی کہ لڑائی کی تیاری
کی جائے۔ نینا گڑھ کی تین لاکھ فوج تباہ ہو گئی ہے۔ اس نے اری
نندین کو مدد کے لئے بلایا ہے۔ مگر وہ اس قدر طاقتور نہیں ہے۔ کہ
ہمارا مقابلہ کر سکے۔

جب طبل جنگ بجنے لگا۔ دشمن کی فوج پھر مقابلہ پہ آئی۔ پھر اسی
طرح گھمسان کی نوبت آ گئی۔ آخر میں بھوگا سنگھ۔ جو گاسنگھ کے بچپا سنگھ
نیپالی کے تینوں لڑکے معہ پیٹنر کے راجہ کے زندہ گرفتار ہوئے۔
جس وقت نیپالی نے ان کی گرفتاری کا حال سنا اس کو معلوم
ہو گیا کہ آٹھا او دل کے سامنے نینا گڑھ کا کوئی سردار نہیں بکھڑا
گا۔ اس کے دل میں آیا کہ کسی طرح شادی کر کے یہ بلا اپنے سر سے
ٹال دی جائے مگر اتفاق سے وہاں ماہل اسی کا راجہ آ گیا تھا۔ یہ ہمیشہ

سے آگیا اول کا دشمن تھا۔ راجہ سے کہنے لگا۔ "آٹھا کا باب کشتری مگر
مال ابیرتی ہے۔ اس لئے بد اصل کو لڑکی دینا تمہاری شان کے خلاف
ہوگا۔" پھر کیا کیا جاتے؟ مال نے صلاح دی کہ "ان کو پہلے شادی
کے بہانے گھر بلا بھیجو۔ پھر مکر سے قید کر لو۔" نیپالی نے یہ رائے پسند کی
اور اپنا آدمی بھیج کر آگیا اول کو شادی کی منظوری کی اطلاع دی
اور آگیا کو اندر بلا بھیجا۔

اب تک نینا گڑھ کے قلعہ میں وہ جگہ موجود ہے۔ جہاں آٹھا کی
شادی کا اہتمام ہوا تھا۔ جب یہ محل کے اندر پہنچے نیپالی کے سرواروں
نے ان کو قید کرنا چاہا۔ ملکہ نے اول ساتھ تھے۔ ان کے ہاتھ سے بہت
آدنی مارے گئے۔ اور گواگیا کو کچھ عرصہ کے لئے راجہ نے قید کر لیا۔ مگر
اول کی چالاکی اور مالن کی سازش سے وہ وہاں سے نکل بھاگا۔ قلعہ
کے باہر اب تک گھوڑے کے ٹاپ کا نشان بطور یادگار موجود ہے۔
موتو بھی گجری کے لباس میں محل سے باہر آکر ان میں مل رہی
اور اس طرح وہ دشمن کو ذلیل کر کے الہ آباد جوتے ہوئے موسیے
میں آئے اور ان کو دیکھ کر دیول۔ ملن اور پر مال کو خوشی ہوئی۔
اس طرح آٹھا کا بیاہ ہوا۔

نوال گیت

ملکھان کی شادی

پتھری گڑھ کے راجہ گجراج کی لڑکی کی شادی کی غرض سے اسکے

پروہت بابا چکر لگا رہے تھے۔ قنوج کے جے چند اور دہلی کے پرتھوی
 راج کو شادی سے انکار تھا۔ آخر جب گھوڑے پھرتے ہوئے گجرات کا
 لڑکا سورج سنگھ پروہت کے ہمراہ ہو بے کی عملداری سے گزر رہے
 تھے۔ اتفاقاً ان سے اوڈل سنگھ سے ملاقات ہو گئی۔ اوڈل نے پوچھا
 "تم کہاں سے آئے اور کہاں جا رہے ہو؟" ان لوگوں نے جواب دیا
 "ہم پتھری گڑھ کی راج کنبیہ کے لئے بڑا تلاش کر رہے ہیں۔ اہل بولا
 ملکھان نامی بنا فرار کی اب تک شادی نہیں ہوئی۔ بہتر ہے تم اس کو
 کوٹیکا کرو۔" سوئج نے کہا۔ "ہم کو راجہ نے ایسا حکم نہیں دیا۔ کیونکہ بنار
 کی قوم اچھی ہے۔ اور کشتریوں میں ان کی کوئی حیثیت نہیں سمجھی جاتی
 اوڈل کو پروہت اور سورج کی بات نہایت ناگوار گزری۔
 اس نے کہا۔ "کشتری کا اعلیٰ وصف یہ ہے کہ اس میں مردانگی اور
 دلیری ہو۔ کس کو تاب ہے جو آج بنا فرسواروں کا مقابلہ کر سکے
 تم نے شاید اٹھا کا نام سنا ہوگا۔ میں ان کا چھوٹا بھائی اوڈل ہوں
 اور ملکھان میرے بڑے بھائی ہیں۔ بہتر ہے تم میرے ساتھ ہی چلو۔ اس
 سے بہتر ترکم کو تمہیں نہ ملے گا۔" سورج اور اس کے ساتھی اوڈل کا
 نام سنتے ہی کانپ اٹھے اور خوف کے مارے ہوئے میں مقام کر دیا۔
 ملہن دیوی اور پتال بھی یہ نسبت منظور نہیں تھی۔ کیونکہ گجرات کی
 نارضا مندی کے خوف سے ان کو اندیشہ تھا۔ کہ ناحق خون خرابہ کی
 نوبت آجائے گی۔ مگر دو آنے ان کو تسلی دے کر کہا۔ "اس لڑائی میں شادی
 تو ضرور ہوگی مگر اس کا آخری نتیجہ آپ کے مفید مطلب ثابت ہوگا۔"
 تب جا کر راجہ اور رانی دونوں نے اجازت دی۔
 اوڈل نے پروہت کے ہاتھ سے ٹیکا کی رسم ادا کی۔ دیول دیوی کی
 جگہ رانی ملہن دیوی نے مال کے اور شادادی چند راولی نے بن کے

فرالینس انجام دیتے تھے

جب یہ رسمیں ادا ہو چکیں۔ وقت مقررہ پر بارات روانہ ہوئی۔
ہاتھی گھوڑے۔ سوار۔ پیادہ اس کثرت سے ساتھ تھے کہ جب وہ سڑک
پر چلتے تھے ان کے پاؤں کے گرد و غبار سے آسمان پر اندھیرا اچھا جاتا تھا
کچھ عرصہ کے بعد دیا سننے والے پتھری گڑھ بنے۔ یہاں ماہل انٹی
کاراجہ جو بائیس سو داروں کا دشمن تھا۔ پہلے ہی سے پہنچا ہوا تھا۔ اُس نے
بگراج سے مل کر اٹھا او دل غیبت کی اور ان کے ساتھ حکمت عملی سے
برتاؤ کیا اور دشمن کو غافل بنا کر بدلہ لینے کی صلاح دی تھی
چنانچہ جب ملکھانے شادی کرنے کی غرض سے محل کے اندر پہنچا دشمنوں
نے موقع پا کر اس کی مشکیں کس لیں اور کھنبے سے باندھ کر مارنے لگے۔ یہاں
تک کہ اس کی شادی کا جامہ ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔

جس وقت ملکھانے کی اس طرح بے عزتی ہو رہی تھی پھلیا نامی مالنہ
نے گج موٹی کو خبر دی۔ وہ دوڑ کر وہاں چلی آئی دیکھتی کیا ہے کہ ملکھانے
کے ہاتھ پاؤں بے طرح بندھے ہیں۔ اور بے رحمی سے اُس پر مار پڑ رہی
سحر گج موٹی نے اپنے بھائی سوہج سے کہا۔ یہ کیا کمینہ پن کی کارروائی
ہے کہ تم نہیں جانتے۔ اٹھا او دل ابھی زندہ ہیں۔ ایک ایک کی کھال
کچوا کر خٹس بھرا دیں گے۔ اور تم سب کو اس کرو فریب کے لئے پچھتانا
پڑے گا۔ مگر وہاں اس بجا پری کی کون سنتا تھا۔ آخر اُس نے ملکھانے
سے متوجہ ہو کر کہا۔ کشتری! ادھر دیکھ! میں گج موٹی تیری استری
ہوں۔ گو شادی اب تک نہیں ہوئی۔ مگر پھر بھی میں تیری ہوں۔ تیرے
بھائی ہزاروں دشمنوں کے درمیان داؤ پیچ کھیلنے سے نہیں گھبراتے
کیا تجھے میں طاقت نہیں ہے۔
عورت کے تحریک کے حکم میں خاص قسم کا جوش ہوتا ہے۔

ملکھانے نے اس کو ایک نظر دیکھ کر زور سے رستی کو دھڑک دیا۔ مشکیں کھل گئیں۔ کوئی ہتھیار پاس نہیں تھا۔ اس نے کھینے کو اکھاڑ کر اسی سے دشمنوں پر وار کرنے لگا۔ تمام صحن لاشوں سے پٹ گیا۔ کسی کا سر ٹوٹا۔ کسی کی چھاتی میں ضرب آئی۔ کسی کی ٹانگیں ٹوٹ گئیں۔ صحن میں خون کی دھار بہہ نکلی۔

جس وقت ملکھانے ہاتھ پاؤں سنبھار لئے گج موتی محل کے اندر چلی گئی۔ اور اپنے شوہر کی رہائی کی تدبیر سوچنے لگی۔

یہاں جتنے آدمی صحن میں کھٹے ان میں سے تین چوتھائی ملکھانے کے ہاتھ سے مارے گئے۔ سورج سنگھ عاجز تھا۔ جب اس نے دیکھا کہ ملکھانے کیساتھ عمدہ برآ ہونا مشکل ہے پیچھے سے پھر کر اس کی ٹانگیں پکڑ لیں۔ لڑنیوالا کشتری منہ کے بل زمین پر گر پڑا۔ پھر نو دشمنوں کو موقع مل گیا۔ اسکو پھر گرفتار کیا۔ اور محل کے قریب ایک تنگ قناریک غار میں قید کر دیا۔ جہاں سے بھاگنا آسان کام نہیں تھا۔ غریب اسی میں دیر تک پڑا رہا۔

جب رات زیادہ گزری۔ اوپر کی طرف سے آواز آئی۔ "آریہ پتہ! اگر تجھ کو رہائی کی خواہش ہے تو رستی کو پکڑ کر اوپر چڑھ آ۔ یہاں سے یہ آسانی تو اپنے بھائیوں کے لشکر میں پہنچا دیا جائے گا۔"

ملکھانے کا جسم زخموں سے چور چور ہاتھ تھا۔ اسکو حد درجہ کا درد تھا۔ تاہم دل کو ضبط کر کے اس نے پوچھا: "تو کون ہے۔ جو تجھ کو رہائی دینے آیا ہے؟" آواز آئی: "میں گج موتی ہوں۔ جس کا نام روپ دولہا آج سے تیرے نام اور روپ میں چھو ہو گئے۔"

ملکھانے نے جواب دیا: "سندری! میں مبارک ہوں جس کے لئے تو اس قدر رنج محسوس کر رہی ہے۔ مگر تجھ کو خدق سے نکلنے میں عار

ہے لوگ کل کو کہنگے۔ ملکھانا عورت کی مدد سے چھوٹ کر بھاگ گیا۔ پھر اُن کی کیا بات ہے! فچھ کو یہ زیادہ عرصہ تک قید میں نہیں رکھ سکتے۔ صرف آٹھا آوٹل کے خبر پانے کی دیر ہے۔ اس لئے تو میری طرح صبر کر۔ اشیور اپنی مدد آپ بھیجے گا۔

پھر آواز آئی: ”رستی کے سیر پر تیرے کھانے پینے کا سامان بندھا ہے۔ اس کو لے لے۔ اشیور واقعی تیری مدد کا سامان دیا کر دے گا جن کو اس کی مہربانی پر اتنا بھروسہ رہتا ہے۔ اُن کی مدد ضرور کیجاتی ہے۔“

گیارہواں گیت

پتھری گڈھ کی لڑائی

گج موتی شوہر کو کھانے پینے کا سامان پہنچا کر محل میں آئی پھیلانا نامی مالنی اس کی ہمارا نہتی۔ اُس کو ملا کر کہا ”سکھی! میں آج سخت مضیبت میں ہوں۔ کیا تو میری مدد کر سکتی ہے؟“

اس نے کہا: ”میں متھار سے لئے پہاڑ کی چوٹی سے کود سکتی ہوں سمندر کی تہ میں غوطہ مار سکتی ہوں۔ اور اگر ضرورت ہو تو جلتی ہوئی آگ میں غرق ہو جانے کے لئے تیار ہوں۔“

پتھری موتی بولی: ”تو جانتی ہے۔ بے ایمانوں نے ملکھانے کو کس قریب سے قید کر رکھا ہے۔ میرا دھرم ہے کہ میں اس کی رٹائی کی تدبیر نکالوں میں چاہتی ہوں تو اودل کے پاس جا کر اسکو بھائی کے قید ہونے کی

خبر پہنچا آوے۔
پندیانے کہا "میں کس طرح لشکر میں جاسکوں گی؟"

نشانہ راوی نے جواب دیا۔ "اس نازک وقت میں کوئی مرد وہاں نہیں جاسکتا۔ عورت کسی نہ کسی تدبیر سے پہنچ سکتی ہے تو میرا خط ہے۔ اس کو اپنے جوڑے میں لپیٹ لے جس وقت ملکھانے چھوٹ جائیگا میں تجھے کو اتنا انعام دوں گی کہ تو مالا مال ہو جائیگی۔"

نالن کو پہلے تو کچھ پس و پیش ہوا۔ مگر نشانہ راوی کی ہتھیلی دیکھ کر وہ اٹھی۔ اور او دل کے خیمہ کی طرف روانہ ہوئی۔ راہ میں دو ایک جگہ اس کی تلاشی لی گئی۔ مگر چونکہ اس کو سب لوگ جانتے تھے۔ زیادہ اعتراض نہیں کیا گیا۔ اور وہ بہانہ بتاتے ہوئے کسی طرح او دل کے خیمہ میں پہنچ کر اس کو اصل حال سنا دیا۔ اور اس نے اُسی وقت جنگ کا اعلان کر دیا۔

صبح ہوئے ہی مہوبے کی فوج نے پتھری گڈھ پر چڑھائی کر دی۔ ان کو مال کی جاسوسی و مجسری نے پہلے ہی تیار کر رکھا تھا۔ انہوں نے سپہا نامی لڑکی راجپوتنی کو جو تہی فن میں طاق اور شہرہ آفاق تھی۔ اپنی مدد کے لئے بلا لیا۔ کہتے ہیں۔ یہ عورت تیار و گریبی تھی۔ خیر وہ آکر اس طرح لڑی کہ اس کی ہوشیاری نے مہوبے والوں کو سخت پریشان کر دیا۔ اور ناقابل بنادیا۔ سب بے بس ہو گئے۔

سب کچھ نہیں نہ چل سکا۔ چند روز کی مہلت مانگی۔ اور دیو آ سنگھ جلد جلد منتر لپٹے کرتے ہوئے ہویا پہنچا۔ تاکہ اندل کو جو آٹھا کالڑکا تھا۔ فوج کی تباہی کی خبر پہنچا دے۔

اندل کی عمر بہت کم تھی۔ مگر ہستی کے زمانہ میں ہی وہ اس قدر چالاک اور تیز دست تھا کہ دلیری میں بڑوں بڑوں کے کان کاٹتا تھا۔ مشہور

مشہور سورما اسکا لوہا مانتے تھے۔ اور آٹھا آدھ سب اس کی بانچن کی تعریف کیا کرتے تھے :

جس وقت اندل سنبھلے نے سنا کہ لشکر مصیبت میں مبتلا ہے اسی وقت گھوڑے پر زین کنے کا حکم دیا۔ سو تو کتور اسکی ماں نے کہا : بیٹے! کیلا مت جیا۔ میں بھی تیرے ساتھ چلتی ہوں۔

اندل ہنسنا لڑائی میں تیرا کوئی کام نہیں تو گھر پر رہ میں باب اور حیا کو آزاد کر کے چند روز میں آؤں گا۔

مگر سونوانے اس کی کچھ نہیں سنی وہ بھی بیٹے کے ساتھ پتھری گڈھ میں آئی۔ نوجوان کو دیکھ کر مردہ دلوں میں نئی جان پیدا ہوئی : جب مہلت کے دن گزر گئے۔ پتھری گڈھ والوں کی طرف سے لڑنے کی درخواست کی گئی

اس دفعہ لشکر کی کمان کمسن اندل کے ہاتھ میں تھی۔ اور اس کی ماں سونوا کنور بھی مسلح ہو کر میدان میں آئی۔ آہٹا۔ آدھ سب اسی لڑتے تھے۔ مگر اندل کے لڑنے کی وضع نرالی تھی۔ جہاں بھارت کے ارجن کی طرح جب اس کے شناتے ہوتے تیر نکلتے تھے۔ کالے ناگ بنکر دشمنوں کو ڈس لیتے تھے۔ کئی دن لڑائی ہوئی۔ جس میں اندل اور سونوا کنور نے ہر طرح دشمنوں کو یا مال کیا :

اس طرف سپہا کا لڑنا غضب کا تھا۔ اس نے ہاتھ سے موبے والوں کی بڑی تعداد ماری گئی۔ سونوانے اندل سے کہا :۔ بیٹے! ذرا اپنے تیروں سے اس شیرنی کی تو خبر لے۔ مگر اس نے جواب دیا : "ماتا! ایشور نے تجھ کو اسی عزم سے یہاں بھیجا ہے۔ کہ یہ عورت میرے ہاتھ سے ہلاک ہو۔ کیا تو اپنے بیٹے کو عورت پر ہاتھ اٹھانے کا حکم دیتی ہے؟ سونوا ہنسی کنے لگی : "نہیں بیٹے! نہیں۔ سچے مرد عورت پر

ہاتھ نہیں اٹھتے۔ میں خود اس کو برباد کر دیتی۔ یہ کہہ کر اس نے اپنی
مکد ان سنبھالی۔ اور سنبھا کا سر تیر کے ساتھ اس طرح آسمان میں اڑا دیا
تو نظر آیا۔ جیسے چیل اپنے ننکار کو پیچہ میں دبائے ہوئے منڈ لاتی ہے
سنبھا مر گئی اور اس کے مرنے کے ساتھ ہی گیارہ کی ہمت ٹوٹ
گئی وہ ہاتھ میں منوارے کر چھپا۔ آگے مقابل آیا۔ تلوار چلائے۔ میں
دونوں شاطر رہے۔ دیر تک لڑتے رہے۔ آخر آٹھ نے پتیرا بدل کر
اس کو پیہ کو دم کر دیا۔ اور مشکیں کس لیں۔
جب سردار ہی گرفتار ہو گیا تو پھر اس بولہ آبی کی ہمت ہوتی۔
گیارہ نے امان مانگی اور قتل نے اس شرط پر اس کی رہائی قبول
کی کہ وہ لنگھانے کو رہا کرے اسکے ساتھ ہی موتی کی شادی کر دے۔ اور
چونکہ راجہ بالکل مجبور ہو گیا تھا۔ اس نے یہ خوشی خاطر اپنی لڑکی لنگھانے
کو بیاہ دی اور سب مویا داسے دلہن کو لے خوشی خوشی گھر واپس
آئے۔

بارہواں گیت

برہما کا بیاہ

پرتھوی راج چوہان دہلی کا طاقتور راجہ تھا۔ اسکی ایک رانی کا نام
اگما کنور تھا۔ اس کے بطن سے ایک ماہ پارہ لڑکی پیدا ہوئی۔ جس کا نام
بیدار کھا گیا۔ جب لڑکی سیانی ہوئی رانی نے راجہ سے اسکی شادی کی
درخواست کی۔

پر تھوی راج چاہتا تھا۔ اس کی لڑکی کسی ایسے شہر پر ہشتہری کو
 بیاہی جلتے۔ جو زور و طاقت میں لاثانی ہو۔ اس لئے اس نے اپنے بہت
 اور اپنے پیٹے تاہر سنگھ کو بلا کر کہا "تم دیش دیش جاؤ راجاؤں کو لڑکی کی
 شادی کا پیغام دو۔ مگر شرط یہ ہے کہ پہلے میرے ساتھ دو دو ہاتھ لڑکیں
 پھر میری لڑکی کی ہوس کریں۔"

پھرتی گڈھ۔ نرور۔ بوندی۔ اُرنی۔ قنوج۔ غرضیکہ ہر جگہ پیغام گیا
 مگر کسی نے شادی منظور نہیں کی۔

جب یہ لوگ موباسے گزر رہے تھے۔ ملکھانے سے ملاقات
 ہو گئی۔ اس نے پوچھا "تم کہاں لئے آئے اور کہاں جلتے ہو؟ یہ جو
 ہم قبلی کی راج کینا کا نیک لیتے ہوئے دیش دیش گھوم رہے ہیں۔
 مگر کسی کو شادی منظور نہیں ہے۔ سب پر تھوی راج کے نام سے
 ڈرتے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے۔ زمین بہادروں سے خالی ہو گئی۔
 ملکھانے بولا۔ "یہ تم کیا کہتے ہو۔ دنیا میں ایک سے ایک بڑھ کر
 ہے تم نے شاید اٹھا۔ اول اور برہما کا نام نہیں سنا چلو برہما کا ٹیکا
 کرو۔ ہم شوق کے ساتھ شادی کرنے آئیں گے۔"

تاہر سنگھ بروہما کو سے کر شاہی محل میں آیا۔ جب پریمال اور
 ملن دیوی کو حال معلوم ہوا۔ وہ کہنے لگے "برہما ہمارا لڑکا ہے وہ
 کنوارہ رہیگا۔ لیکن ہم دیکھیں بیاہ کرنے نہ جائیں گے۔ آج دنیا میں
 کس کو جرات ہے کہ چوپان کا مقابلہ کرے۔ وہ راجاؤں کا راجہ اور مہندروں
 کا مہراجہ ہے۔ یہ شادی ہمارے لئے سخت نامبارک ہوگی اور موبلے
 میں ایک منتفس بھی زندہ نہ رہیگا۔"

بنافر نے جواب دیا "میں تول بار چکا ہوں اب اس کو پلٹ نہیں سکتا
 اگر بالفرض آپ نے ٹیکا واپس کر دیا۔ تو دنیا پہلے ہی سے ہم کو بھی ذات

وائے بھتی ہے۔ یہ بدنامی اور بھی مزید بے غرق کی باعث ہوگی۔ اس لئے
ٹیکہ قبول کر لو۔ شاہزادہ کو ہمارے ساتھ کرو۔ جمال اس کا پسینا گر گیا۔ ہم
اپنا خون گرا دیں گے۔ اس کا بال بیگانہ ہوگا۔

ملن دیوی بولی۔ تم اپنی خام خیالی سے باز آؤ۔ میرے ہی ایک
اولاد ہے۔ ایشو نہ کر سہ۔ اگر میں کہہ دوں تو خیر خاندان غارت ہو جائیگا۔
اوہل ویزنگ ان کی باتیں کھڑا ہوا ستارہ۔ آخروہ ضبط نہ کر اور
رائی سے مخاطب ہو کر کہنے لگا۔ سنگھ مال کے پیٹ سے اکیلا ہی پیدا
ہوتا ہے۔ آپ کو کتنی بات ہو کر ایسی بات زبان سے نہ نکالنی چاہئے۔
جیسی وجوہ صورت خود صرف بہادر و دیر آدمیوں کے ہاتھ آتی ہے۔ اس
کے ساتھ خطرے ہوتے ہیں۔ لیکن جو شخص حضرات کا مقابلہ نہیں کرتا۔ کیا
وہ عورت۔ شہرت اور حکومت کے قابل ہو سکتا ہے؟ برما بنیا نہیں ہے
نہ کسی بنیانی کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے۔ اگر وہ کشتی ہے تو تلواریا تھتے
میں سے اور ہمارے ساتھ لڑنے کے لئے تیار ہویم نہیں جانتی کتنی
نئے کس طرح یوہشٹر کو اس کی صلح پسندی کی عادت کے برخلاف
لعن طعن کیا تھا۔ اور آج آپ اس کے برعکس لڑنے کو قبول بنانا چاہتی
ہو۔ حکم ہو۔ ہم وہی جائیں اور شاہزادی کو بیاہ لائیں۔

رائی راجہ اور ان بنافرسواروں میں ویزنگ گفتگو ہوئی آخر جب
معلوم ہو گیا کہ آٹھ کسی طرح ہائے دالائیں سے۔ انہوں نے اپنی
مشلوری دیدی اور اسی وقت تاہرے برما کو ویزنگ کر دیا۔
جب شادی کا مقررہ وقت آن پہنچا۔ موہنے کی بارانتا بڑی مصرم
دھام کے ساتھ دہلی کی طرف روانہ ہوئی۔

اقرار کے بموجب لڑائی لڑانی ضروری تھی۔ اس لئے برقوقی راج
کے سرداروں نے ان کو لڑنے کے لئے لاکارا۔ اودا۔ دیوا۔ ملکہ

سلکھے۔ آہا وغیرہ سب سچے سچے سجاتے تیار تھے۔ ہاتھ میں تلوار لے کر سامنے آئے۔ اس وقت دہلی میں گھر گھر بہاؤ تھے۔ ان سب کو امیدی تھی کہ مہوبے والے آسان شکار کی طرح مار دیئے جائیں گے۔ مگر ان کا خیال غلط نکلا۔ پرتھوی راج کے تینوں لڑکے تاہر سنگھ۔ سدھوج اور چندن سب نے بہت بہت زور مارا۔ مگر بنا فرسہ داروں کے سامنے کسی کی پیش نہیں گئی۔ اور پرتھوی راج کے ہاتھوں میں دہلی کے کلی کوچوں میں خون کی ندی بہنے لگی۔ پرتھوی راج ان کی بہادری کو دیکھ کر بہت خوش ہوا۔ مہال جو درپردہ مہوبے والوں کا دشمن تھا۔ اس کو لڑنے اور آگیا آؤں کو سزا دینے کے لئے بھگتا مارا مگر پرتھوی راج نے کہا ”ہماری شرط یہ ہے کہ بارہواں دیو دھاتھ ہم سے پہلے لڑ لیں۔ تیجھے لڑکی کے برائے نہ کی خواہش کریں یہ شرط پوری ہو گئی۔ اور اب ہم زیادہ خونریزی کو پسند نہیں کرتے۔“ جب راجا نے فہم ہو چکی۔ پرتھوی راج نے مہوبے والوں کو اپنا مکان بنایا اور پھر دس سو دن کا عہد لڑکی کی شادی برہما کے ساتھ کر دی۔ اور چیزیں بہت کچھ ملک و مال برہما کو دیا۔ جس وقت بارہواں مہوبے والیں آئی پریمال اور ملین بہت خوش ہوئے کیونکہ اس شادی سے ان کو بہت بڑی عزت نصیب ہوئی۔ اسی خوشی میں مہوبے میں متواتر کئی دن تک جشن ہوا کہتے ہیں۔

بارہواں گیت

اور سے سنگھ کا بیٹا

برہما کی شادی میں یہ بات سب کو معلوم ہو گئی کہ مہال بنا فساد

ہے۔ اور بار آستین بناتا ہوا ہمیشہ آگ لگاتا پھرتا ہے۔ اس لئے آگ لھانے اس کو قید کرنا چاہا مگر وہ کسی طرح اُن کے ہاتھ سے نکل بھاگا۔ جب سب لوگ ابن واماں سے رہنے لگے۔ اس نے پریمال سے ملکر پھر بنا فروں کے برخلاف کان بھرنے شروع کئے۔

ایک دن مہوبا کا دربار لگا ہوا تھا۔ بہت آدمی بیٹھے ہوئے تھے۔ مائل نے کابل کے گھوڑوں کی تعریف کی اور پریمال سے کہا: "جس کا صطبل کابلی گھوڑوں سے خالی ہو۔ اس کی نسبت کہنا چاہئے۔ کہ اُس کو گھوڑوں کا شوق نہیں ہے۔"

مہوبا میں سچ بچ کابلی گھوڑے نہیں تھے۔ راجہ نے تو کچھ جواب نہیں دیا۔ مگر اوہل سنگھ کی زبان سے نکل گیا "کچھ پرواہ نہیں میں جاتا ہوں کابل سے آجھے اچھے گھوڑے خرید لاؤں گا۔" پریمال نے کہا لڑکے! ہوش کی دوا کر مجھ کو گھوڑوں کی ضرورت نہیں ہے۔ کابل کی راہ نہایت خطرناک ہے کون جانے کیا پیش آوے اور پھر میں نہیں چاہتا کہ میرے سردار مجھ سے علیحدہ ہوں۔"

اوہل سنگھ نے جواب دیا: "ہمارا ج! آپ کچھ فکر نہ کیجئے۔ مجھ کو جانے دیجئے میں آپ کے صطبل کے لئے گھوڑے ضرور لاؤں گا۔"

پریمال نے بہت کچھ سمجھایا۔ مگر لڑکے نے ایک نہ مانی۔ راجہ کو سلام کر کے گھر آیا اور کابل جانے کا ارادہ کر لیا۔ مائل کی مراد برآئی وہ جانتا ہی تھا یہ کسی طرح الگ تھلگ ہو جائیں تاکہ ان کی قوت منتشر ہو جائے۔ تب بدلہ لینے کا خوب موقع ملے گا۔

اوہل کابل کی طرف روانہ ہوا۔ ٹھاکروں کو یاد اسنگھ راجہ کے حکم پر اس کے ساتھ گیا۔ جب منزلیں طے کرتے ہوئے۔ یہ زرویں پہنچے۔ اس شہر کی

وضع قطع دیکھ کر سخت متحجب ہوئے مرد و عورت سب خوبصورت اور صندھار تھے۔

ایک جگہ کنوئیں پر عورتیں پانی بھر رہی تھیں۔ یہ ان کی طرف جھکے۔ پوچھنے لگے۔ یہ کون شہر ہے؟ اس کا نام کیا ہے؟ اور کون راجہ یہاں راج کرتا ہے؟

عورتیں نوجوان تھیں۔ اہلترین کے دن تھے مسکرائیں اور منہسی کے لہجہ میں کہنے لگیں۔ "واور سے ناوان پر دیو اتھم کو یہ بھی نہیں معلوم کہ یہ نرور شہر ہے۔ یہاں کا راجہ نریت سنگھ ہے جسکی لڑکی بہت سلوا دیوی کی خوبصورتی کی گھر گھر تعریف ہو رہی ہے جس نے ایسی حسین دیوی کو نہیں دیکھا۔ اُس نے زندگی کا کچھ حاصل نہیں پایا۔"

اوّل نے دیو سے کہا۔ "میں اس شانزادی کو دیکھنا چاہتا ہوں تم چند روز یہاں قیام کرو۔ اس کے بعد پھر کاہل چلیں گے۔ جلد ہی گیا ضرورت ہے۔"

دونوں نے آپس میں کچھ دیر تک مشورہ کیا پھر شہر میں جا کر ایک مالنی کے یہاں ڈیرہ جمایا۔

جب شام کا وقت ہوا۔ مالنی سے اُن کی بات چیت ہوئی اتنا گفتگو میں معلوم ہوا کہ وہ نینا گدھ کی رہنے والی ہے اور شانزادی ستونوا کے ساتھ کی گھیلی ہوئی ہے۔ پھر تو ان کے درمیان ایک قسم کی خصوصیت پیدا ہو گئی۔ اور جب اوّل سنگھ نے اپنے راز سے واقف کیا وہ دونوں کا توں پر ہاتھ رکھ کر اس کی مدد کرنے سے صاف انکار کر گئی مگر جب اوّل نے پانچ امشٹنی ہاتھ میں رکھ دی۔ اسکی زبان منب ہو گئی۔ اور نشوونوی دیر تامل کرنے کے بعد کہنے لگی "اچھا تم آج اپنے ہاتھ سے ہار بناؤ اور اسیں ایک خط اور انگوٹھی رکھ دو۔ میں راجہ باری پہلو کو دیدوں گی۔ اور دیکھوں گی کیا نتیجہ ہوتا ہے۔"

اول نے خوشی خوشی ایک خوبصورت پھولوں کا ہار تیار کیا جو معمولی
 ہاروں سے زیادہ بڑا اور زیادہ چڑا تھا۔ اور اسی میں پھولوں کی لپیٹ میں
 ایک چٹھی رکھ دی جس کے ساتھ انگوٹھی جی تھی۔
 ہر نامانی شام کے وقت شاہی محل میں نہی پہلو اور اچھاری علیحدہ
 بیٹھی ہوتی تھی۔ موقع اچھا تھا۔ اس نے جھک کر سلام کیا۔ اور ہار پیش کئے۔
 ہار کی خوشنمائی اور لفاست نے شاہزادی کے دل کو اپنی طرف مٹا کر
 کر لیا۔ وہ شوق کے ساتھ اس کو دیکھنے لگی۔ آخر کاغذ کے قندہ پر نگاہ گئی۔ حیرت اور
 تعجب کے ساتھ جب اس کو ٹھوڑا۔ سونے کی انگوٹھی کھن سے نیچے گر پڑی۔
 چراغ کی روشنی میں خط کو پڑھا۔ خط کیا تھا۔ عائنتی اور غلامی کی دستاویز تھا
 اس کی عبارت کچھ اس قسم کی تھی۔

”راجھماری! میں صوبے کا اول سنگھ ہوں۔ تو مانڈو دیش کی وجہ سے سبکی ہے۔ جوب
 زور میں پیدا ہوئی ہے۔ تو اس جنم میں میل حال سنا ہوگا۔ میں تیرے پہلے
 جہم کے حال سے بھی واقف ہوں۔

ازل سے ہے۔ جو باہم شرط و قرار و فلتے عہد کو بندہ ہے تیار
 ”تو نے مر کے وقت وعدہ کیا تھا کہ دوسرے جنم میں مجھ سے ملے گی۔ میں

بھی اسی لئے آیا ہوں۔ جو حکم ہو بجا لاؤں۔“
 پہلو اس خط کو پا کر دل میں بلخ بلخ ہو گئی۔ کیونکہ اب تک اس کو اپنی
 خواہش کے موافق در نصیب نہیں ہوتا تھا۔ الشیور نے گھر بیٹھے مراد پوری
 کر دی۔

مگر وہ تیور بدل کر مانی سے پوچھنے لگی۔ ”کمبخت! سچ سچ بتا۔ یہ ہار
 کس نے بنائے ہیں؟ وہ بولی ”میری بہن کی لڑکی آئی ہے۔ مجھ کو فرصت
 نہیں تھی۔ میں نے اُسی کو گوندھنے کے لئے دیدی ہے۔ اگر اچھے نہ ہوں تو

معاف کیجئے گا۔ ابھی لڑکی ہے۔

پھولوا دل میں مسکرائی کہنے لگی۔ اچھا اس لڑکی کو میرے پاس لے آ۔
میں دیکھوں تو سہی وہ کسی بھوپڑا اور بد سلیقہ لڑکی ہے۔ جو راجہ بھار میں
کے لئے ایسے بھدے اور بھاری ہار بناتی ہے۔

مالنی سمجھ گئی تیر نشانہ پر لگا۔ دوسرے دن اوّل سنگھ زمانہ لبیاں
پہنے ہوئے محل میں داخل ہوئے۔

تخلیہ پا کر شاہزادی نے میری سے کہا۔ تم نے کیا سمجھ کر یہ سوانگ بنایا
اور اس بخونی کے ساتھ محل میں آگئے۔ کیا تم نہیں جانتے اگر کہیں میرا
بھائی مکرتہ سنگھ سن پائے تو ابھی تم کو اس کا خمیازہ اٹھانا پڑے گا۔
ادول نے کہا۔ کشتری عورت کے لئے ہر وقت جان پر کھینے کے
لئے تیار رہتا ہے۔ جو بزدل اور ڈر کوپ ہیں۔ ان کو حسین عورت کے
ساتھ کا کوئی استحقاق نہیں ہے لیکن تم کو کیسے یقین آگیا۔ کہ میں
ادول ہوں۔

پھلوانے جواب دیا۔ میرے پاس تمام راجہ ماروں کی تصویریں
موجود ہیں۔ ادول بولے۔ اب تم مجھ کو کیا کہتی ہو؟
پھلوا۔ آج تم میرے پاس رہو۔ رات کو صلاح و مشورہ کر کے چہر
کوئی راستہ قائم کریں گے۔

ادول۔ یہ سچ ہے۔ لیکن کشتری کا اخلاق حکم نہیں دیتا کہ وہ کسی
کنواری لڑکی کے ساتھ رات کو رہے۔ یہی کس قدر غلطی ہے۔ جو
میں یہاں تمہارے پاس آگیا ہوں۔ اب مجھ کو حکم دو۔ کہ میں واپس
جاؤں۔ میں نے تم کو دیکھ لیا۔ اور اب میں کسی نہ کسی حرج و مرج سے
چوٹ بجا کر تم کو یہاں سے لے جاؤں گا۔ کوئی مجھ کو روک نہ سکے گا۔
پھلوا اس شیر دل کشتری کی بات سن کر خوش ہوئی۔ اور جب

ان کے درمیان شادی کے متعلق باہمی قول و اقرار ہو گئے۔ وہ بالنی کیسا
اسی طرح اُسے پاؤں واپس آیا۔

چودھواں گیت

نرور کی لڑائی

عشق بری بلا ہے۔ کہاں کا بل گھوڑے خریدنے چلے تھے۔ کہاں نرو
میں آکر دل ہی بیچ بیٹھے۔ دیوانے بہت کچھ سمجھایا۔ شاہی خدمت کی پاکی
کی یاد دلائی۔ تنکریاں تو کچھ اور ہی مٹنی ہوئی تھی۔ آگے کی طرف قدم بڑھنا
مشکل ہو گیا۔

مجبوراً دونوں نے یوگیوں کا لباس پہن لیا۔ اور اس بہانہ سے ایک
آدھ مرتبہ محل میں بار بار بیانی کا موقع حاصل کر لیا۔ مگر شہنشاہ سے پیاس نہیں
بچھتی۔ دل کی نیکی کریمی ہوتی ہے۔ پھلوں کے خیال سے آؤں کے دل پر
اس طرح زبردست تصرف حاصل کر لیا کہ اب رات دن سوا اس کی
یاد کے اور کسی کا بھی خیال نہیں آتا تھا۔

چندر وزیر یہ حالت رہی آخر آؤں کو بیماری نے آگھیر لیا۔ اور وہ بستر
دوست بن گیا۔ جب ہو بے خبر گئی۔ آ لکھا تمہ اور بھائیوں کے اس کے
پاس چلا آیا۔ اور اس کو موبائے گئے۔ علاج و معالجہ ہونے لگا۔ مگر سب
بے سود۔

ایک دن آٹھا کی بیوی کی نگاہ آؤں پر پڑی۔ اُس نے مسکرا کر کہا
”کیوں معلوم ہوتا ہے۔ نرور کی راجماری سے آنکھ لڑ گئی۔ اور عشق

کا بھوت سوار ہو گیا۔ کہوں۔ یہ بات سچ ہے نا؟
 اوّل نے نگاہ پینچی کر لی۔ بھاوج سیانی تھی۔ اس نے آٹھا سے سارا
 حال کہہ سنا یا۔ اُس نے راجہ پریمال کو خبر دی۔ پریمال لڑائی بھگڑے کے
 نام سے کانپتا تھا۔ مگر سنا فرکب نامنے لگے تھے۔ آخر یہ صلاح ہوئی کہ نزو
 کے راجہ کے ساتھ لڑ کر شادی کی جائے۔

اس ارادہ سے جھنڈا گڑھ۔ دہلی۔ آئی۔ قنوج۔ سرسار وغیرہ بہت سے
 راجاؤں کو نوتاوے کر بلا بھیجا۔ اور جب یہ سب آگئے تو بت اور نشان
 کے ساتھ نزو کی طرف موبے کی فوج نے کوچ کر دیا۔

جب نزو کے قریب پہنچے دستور کے موافق روپا باری اپین واری
 لے کر شاہی محل کے پھاٹک پر پہنچا۔ دربان نے پوچھا۔ "تم کون ہو؟ کہاں
 سے آئے ہو؟ اور کیا چاہتے ہو؟" اُس نے جواب دیا۔ "ہمارے سردار
 اوّل سنگھ کا بیاہ پہنکارانی سے کرتے آئے ہیں۔ ہم موبہ کے رہنے والے
 ہیں۔ آٹھا وغیرہ سرداروں نے مجھ کو اپین واری دے کر تمہارے یہاں
 بھیجا ہے تاکہ تمہارے ارادہ کی ان کو خبر پہنچاؤں۔"

جب اس سے پوچھا گیا کہ تو کیا انعام لے گا۔ اس نے جواب دیا۔
 چار گھڑی تک میرے ساتھ تمہارے آدمی تلوار چلاویں۔ یہی میرا انعام
 ہے۔

لوگوں نے سمجھا باری سخر ہے مگر اس کی خبر دیکھ کر آخر ایک آدمہ
 کشتری لڑنے کے لئے تیار ہو گئے۔ اور اس کے ہاتھ سے مارے گئے اور
 ہنر چار گھنٹہ تک متواتر لڑ کر وہ خیمہ کی طرف واپس آیا۔ نزو کے کشتریوں
 نے کچھ دُور اس کا تعاقب کیا۔ مگر جب دیکھا کہ اُس کے ساتھ بہت بڑی
 فوج ہے۔ خوف زدہ ہو کر واپس آئے۔

چند گھنٹوں کے گزرنے پر نزو کے نوجوان لڑنے کے لئے تیار ہو کر

چلے ہاتھی۔ گھوڑے رتھ ہر قسم کا سامان ساتھ تھا۔ خوب لڑائی ہوئی جس میں ملکھے بڑی طرح زخمی ہوا۔ اور کرند سنگھ نے اس کو قید کر لیا۔ جب اوّل سنگھ کو خبر ملی۔ وہ اپنا گھوڑا کو داتا ہوا میدان میں آیا۔ ملکھے کو لوگ بانڈھ لئے چارے تھے۔ اس نے پیچ کر اسکے گرفتار کرنے والوں میں سے ایک ایک کو تلوار کے گھاٹ پر اتار دیا۔

جب ملکھے رہا ہو گیا۔ کرند سنگھ کو غیرت آئی وہ اوّل کے سامنے ہوا دونوں میں دیر تک لڑائی ہوتی رہی۔ آخر اوّل غالب آیا اور اس نے راجہ کی شکستیں کس کر ملکھے کے حوالہ کیا۔

اس کے بعد دونوں فوج کے سپاہی دل کھول کر لڑنے لگے۔ کئی گھنٹوں تک وہ لڑتے رہے کہ جس کا حد و حساب نہیں اوّل نے خاص کر بڑی جرات کے ساتھ دشمنوں کو تباہ کیا۔

جب زیت سنگھ نے سنا کہ فوج تباہ ہو گئی اور لڑکا گرفتار ہے۔ وہ اٹھ کے پاس پہنچا۔ اور کہنے لگا۔ "یہ خوزیری عبت ہے نہ روپا باری ہمارے آدمیوں کو مارتا نہ ہم بدلہ لینے کے لئے تمہارا مقابلہ کرتے اب

کافی طور پر لڑائی ہو چکی۔ اس میں کوئی شک نہیں تم ہنایت دلیر اور بیباک راجپوت ہو تم کو اوّل کے ساتھ بھپو لو کی شادی کرنے میں کوئی اعتراض نہیں ہے۔ بہتر ہے اب تم بہ حیثیت نھان یہاں قیام کرو۔"

راجہ کی معذرت سن کر آہستہ مگر نڈنگھ کو آزاد کر دیا۔ اور ساتھ ہی محل میں شادی کے انتظام کا حکم دیدیا گیا۔

ماہل نے چاہا کہ شادی میں کچھ متور واقع ہو۔ مگر زیت سنگھ نے ہاتھ کسنے لگا۔ "جو لوگ پرخصوی۔ ارج کی لڑکی زبردستی بیاہ لائے۔ وہ بڑی نیت کے آدمی نہیں ہو سکتے اور میں نے بہ خوشی بھپو لو کی شادی اوّل کے ساتھ منظور کر لی ہے۔"

آخر اس کی کچھ پیش نہیں گئی۔ اور بڑے شان و شوکت کے ساتھ
چھوٹا اور اوّل کی شادی کا رسم ادا کیا گیا۔ اور وہ دہن کو لے کر ہوتا
آئے اور اس شادی کی خوشی میں حشبن کرنے لگے۔

پندرہواں گیت

پرتھوی راج کے ساتھ لڑائی

سامیت دیش کی راج کینیا نے دلی پت پرتھوی راج کو پیغام بھیجا کہ میں
میت سے آپ کا نام لے کر بیٹی ہوں۔ باپ دوسرے راج کینیا شادی کرنے کا
ارادہ رکھتے ہیں۔ بہتر ہے آپ جلد آئیے اور مجھ کو یہاں سے لے جائیے۔
پرتھوی راج اپنے دوست اور شیر حید کو لے کر وہاں گیا۔ اور حکمت عملی
کے ساتھ شانہ راجی کو بلایا۔ سامیت دیش والوں نے بھیجا گیا۔ دلی کے
بہت سے آدمی مارے بھی گئے اور زخمی بھی ہوئے۔ مگر پرتھوی راج
راجپوتوں کو ساتھ لے ہوئے جلد جلد منتریں پڑھ کر تا ہوا دلی کی طرف چلا
آیا۔ اور کوئی بھی اس کو گرفتار نہ کر سکا۔

جب وہ ہول کے قریب سے گزرا۔ پریمال نے اس کی بہہ سرو سامانی
کا حال سنا۔ ہال اُنہی کے راجہ نے اس کو صلح دی کہ ”موقع اچھا ہے
اگر اس وقت پرتھوی راج کسی طرح پامال ہو سکے۔ تو پھر دیش دیش میں ہوتا
کی دھاک بندھ جائے گی اور کسی کو مقابلہ کی طاقت نہ رہے گی۔“

ملہن دیوی اس بات کے بالکل برخلاف تھی۔ آٹھا اوّل میں سے
کوئی بھی نہیں چاہتا تھا کہ دلی پت کی کمزوری کا فائدہ اٹھایا جائے۔ مگر

پر یہاں کی نیت میں متور و آفرح ہوا۔ وہ کہنے لگا۔ میں راجہ ہوں۔ میں سمجھتا ہوں۔
کیسے تمہیں پر کام کرنا چاہیے۔ جو لوگ میرے ساتھی ہیں۔ خواہ میری رفاقت کا دم
بھرتے ہیں۔ ان کو میری مخالفت نہ چاہیے۔ اگر وہ وقت پر دھوکا دینا چاہتے ہیں
تو بہتر ہے مہو با چھوڑ دیں۔ میں اپنا کام خود کر لوں گا۔

اودل نے بارہ سمجھایا۔ مگر راجہ نے ایک نہیں سنی۔ بدخواہ مابل اس کو برابر
اشتعالک دیتا گیا۔ آخر جب کسی کی پیشیں نہیں گئی۔ بل جنگ بجا دیا گیا اور
چندیلوں کے برجی کے ساتھ دلی والوں پر حملہ کر دیا۔

چند بار وٹنے بارہ چندیلوں کو سمجھایا۔ مگر ان کے ذہن نشین ہو گیا
تھا۔ کہ اب دلی پت میں جان باقی نہیں ہے۔ اس کا مار لینا سہل ہے۔
پر بقوی راج کے ساتھ آدمیوں کی تعداد کم تھی اور وہ بھی سب بھجی
تھے۔ جب کسی طرح بھاؤ کی صورت نہیں نظر آئی۔ ان آدمیوں نے اس سے ہاتھ
باندھ کر کہا۔ ہمارا راج آپ ہی رانی کو سہ کر دینی چلے جائیے۔ ہم چندیلوں کو
رد کر رکھیں گے۔ آپ ہمارا کچھ خیال نہ کیجئے۔ دلی پت اور دلی کی رانی کی
سلامتی سب پر مقدم ہے۔

مگر پر بقوی راج نے اس صلاح کو نہیں پسند کیا۔ وہ بھی اپنے زخمی
آدمیوں کے ساتھ لڑنے لگا۔

ایک کے لئے دو بہت ہوتے ہیں۔ یہاں تو صرف سو بچاں آدمی تھے
وہمیں تعداد میں ہزاروں تھے۔ دلی کے زخمی سپاہی ایک ایک کو کے جان
سے مار رہے تھے۔ ان کے گئے پانچ سات آدمی باقی رہے۔

ایسی حالت میں رہنا ناقص جان کو کھونا تھا۔ پر بقوی راج مے لکار کر
چندیلوں کو سنا یا۔ آج تم جو چاہو کر لو۔ کیونکہ میرا وقت تنگ ہے۔ لیکن
اگر میں نے مہو با کی اینٹ سے اینٹ نہ بجا دی۔ خواہ تمہاری زادی مٹی میں
نہ ملا دی تو میرا نام پر بقوی راج نہیں ہے۔

جب دلی والے کٹ مرے اور شام کو لوٹنے والے خیمہ میں گئے۔ رات کے وقت پرتھوی راج نے اپنی بیوی راج کھنڈ سے پرہیز کر دلی کا رہتہ لیا۔ اس کے ساتھیوں میں صرف ملک اشعر احمد راج اور دو چار آدمی باقی رہ گئے تھے۔

صبح کے وقت جب چندیلوں نے پرتھوی راج کے بھاگ جانے کی خبر سنی۔ ان کی خوشی کی کوئی حد نہیں رہی۔

سوٹھوال گیت

الحاکم جلا وطنی

ہاٹل امی کاراجہ بنا فرسواروں کا جانی دشمن تھا۔ مگر اسکو موقع نہیں ملا تھا کہ اپنی دلی عداوت کو عملی جامہ پہنائے۔ اس نے بارہا دیر پر وہ کوشش کی کہ پریمال کسی طرح ان کا مخالف بن جائے۔ مگر پریمال خود ان کے نام سے ڈرتا تھا۔ اس سے بہت دنوں تک ان کے برخلاف قسمی قسمی کی کاروائی نہ ہو سکی۔ ایک دن دربار میں گھوڑوں کا ذکر ہو رہا تھا۔ موقع پا کر ہاٹل نے کہا "میں گواہ کے صہیل میں اچھے گھوڑے نہیں ہیں۔ مگر آپ کے سرکاروں کے پاس لاتالی گھوڑے ہیں۔ اور اس حیثیت میں وہ آپ سے کہیں بڑھ کر ہیں۔ پر مال نے کہا "میں آہستہ سے ایک گھوڑی مانگوں گا۔ اور یقین ہے وہ مجھ کو ضرور دیدیگا۔"

ہاٹل نے جواب دیا "میں نہیں کہہ سکتا ہوں کہ وہ آپ کو بھی اپنی گھوڑی دینا پسند کیا۔ پر مال بولا "بنا پھر سرکاروں سے زیادہ کوئی شخص میرا وفادار نہیں ہے۔"

گھوڑی تو کیا چیز ہے۔ وہ جان تک دینے میں دریغ نہ کریں گے۔
 مائل بیٹا تھا کسی طرح ان کے درمیان اُن بن ہو۔ اس نے موقع پا کر راجہ
 سے کہا "آپ کی سبھی میرا کتنا مانل گئے۔ میں کہتا ہوں آٹھا اوّل سے زیادہ
 سرکش اور مغرور آدمی آپ کی رعایا میں کوئی نہیں ہے۔ ہزار باتوں کی ایک
 بات یہ ہے کہ وہ اپنی گھوڑی آپ کو نہ دے گا۔ اس کا اتخان کر لیجئے۔"
 پر تمنا کو اتنی عقل نہیں تھی کہ مائل کی اصلی غرض کو بجا نہ لیتا اس
 نے اسی وقت اپنا قاصد ویش ہری پور کا لہجرا میں بھیجا کہ آٹھا اوّل کو حاضر کر۔
 جب وہ حاضر ہوئے پر مائل نے مخاطب ہو کر آٹھا سے کہا "آٹھا! مجھ کو
 تمہاری گھوڑی اور پانچ اسکے بچھڑوں کی ضرورت ہے۔ اس کو تم ہم کو دیدو
 تاکہ ہمارا اہل خالی نہ رہے۔ تم اود گھوڑے خرید کر سکتے ہو۔"
 آٹھا نے مائل کی طرف دیکھ کر سمجھ لیا۔ کہ یہ ساری کارروائی اسی کی ہے
 اس نے راجہ سے کہا "ہمارا ج! جان مال سب آپ کا ہے۔ میں آپ کا شک ہوا
 ہوں۔ یہ گھوڑی بھی آپ ہی کی خدمت کے لئے ہے۔ لیکن میں اس کو اپنے
 سے جدا نہیں کر سکتا۔ کیونکہ میری آپ کی خدمت کس طرح بجا لاؤں گا؟
 مائل نے کن آنکھوں سے پر مائل کی طرف دیکھا۔ اس کے غصہ کی آگ
 مشتعل ہو گئی۔ مائل کا جادو پل گیا۔ مگر ضبط کر کے اس نے پھر ایک مرتبہ
 نرمی سے کہا "رعایا کا جان و مال و آفتی راجہ کا ہے۔ اس لئے تم کو گھوڑی
 اور بچھڑوں کے دینے میں تامل نہ کرنا چاہیے۔"
 آٹھا دل ہی دل میں راجہ کی نادانی پر پتیا مار رہا تھا۔ اس نے سر جھکا
 کر راجہ سے کہا "ہمارا راجہ اپنی کے برخلاف کام نہ ہونا چاہیے۔ منل مشورہ ہے
 راجپوت کا گھوڑا استری اور تلوار کبھی نہ مانگنی چاہیے۔ آئندہ آپ مالک ہو
 راجہ کے غصہ کی آگ بجھ کر اٹھی۔ اس نے کہا "تم سخت سرکش اور
 مغرور ہو۔"

آلھانے کہا "مہاراج! میں آپکا سردار ہوں۔ سرداروں کی ذلت راجہ نہیں کرتے۔ آپ میرے باپ دیس راج کی خدمات کو یاد کیجئے۔ میں نے خود مہوباکے کتنی قیمتی خدمتیں انجام دی ہیں۔ دنیا کو میں نے مغلوب کیا۔ ارجھیا کے جیتنے والے میرے ہاتھ میں بہت بندہ ملک میں نے دشمنوں کے چھکے چھڑائیے اور آپ کا نام کیا۔ پشاور، پشاور، سب میرا نام سن کر تھرتھرتے ہیں۔ بوندی کا راجہ غر غر کا پتلا ہے۔ میں نے آپ کے لئے کما یوں کو فرج کیا۔ انگ میں لپکا کر آپکا جھنڈا گاڑا۔ میں نے سہری پر چھوی راج کی لڑکی سے برہما کا بیاہ کرایا۔ کہاں تک کہا جاتے ہیں زخمیں کھائیں۔ تنگی نہیں سہیں۔ مہوبے کے لئے سر پائنتیں مول لیں اور آج آپ بچھ کو ترکت اور موڈی بتاتے ہو!"

پرنال کا غصہ آگیا کی باتوں سے اور بھی بھڑک کر آیا۔ آخر اس نے ناراض ہو کر یہ حکم سنایا "آگیا! چونکہ تم شاہی حکم عدولی کو لے ہو۔ اس لئے تمہارے لئے یہ فرمان جاری کیا جاتا ہے کہ آئندہ وہاں سے جلا وطنی اختیار کرو اور ہفتہ بھر کے اندر رائے رکالنے کا قلعہ اور ویش ہری پور کو خالی کر دو۔"

آلھانے راجہ کو سلام کیا اور دبے پاؤں وہاں سے چلا آیا۔ مالک کی مراد پر آئی اور وہ لوگ جو بنا فر سرداروں کے روضہ کو دیکھ دیکھ کر دل میں گڑبڑ سے قہہ نہایت خوش ہوئے۔

آلھاکے جلا وطنی کی خبر تمام ملک میں خبر کی آگ کی طرح پھیل گئی۔ اول دلوآ بنارس کے سید سب نے یہ خبر سنی آلھاسے ملکر کہنے لگے "گجراتنے کی کیا بات ہے۔ ہم سب لوگ ساتھ ساتھ جلا وطن ہونگے۔ اور مہوباکو آگ لگا کر تباہ کر دیں گے۔"

جب دلوآ دیہی کو معلوم ہوا کہ آلھاکے دیس نکالی ہوئی ہے۔ اس نے اس کو پاس بلا کر شروع سے آخر تک سارا قصہ سنا اور کہنے لگی "تم

ختمے اچھا کیا یا بُرا کیا۔ اس سے باعث نہیں ہے۔ لیکن اب بہتر ہے۔ تمام
 ہو قول اور بیٹیوں کو ساتھ لیکر دوبارے فوراً کوچ کرو۔ جہاں دولت ہو
 وہاں ایک دم کاربنا اچھا نہیں ہے۔ مگر اس بات کو یاد رکھو۔ اگر تم سے کسی
 نے دوبارہ کو آگ لگائی تو اہ راجہ کو تکلیف دی تو میں کبھی معاف نہ کروں گی۔ دوبارہ
 اپنے وطن ہے۔ پر یہاں اپنے وطن کا راجہ ہے۔ جہاں وطنی قسمت کے لئے ہے
 کسی کا اختیار نہیں ہے۔ کوئی نوشتہ تقدیر کو میٹ نہیں سکتا۔ سچ ہے
 اس مصیبت سے بدتر اور کوئی مصیبت نہیں ہو سکتی مگر بار سب
 چھٹ رہا ہے۔ عزیز و اقارب سے قطع تعلق ہو رہا ہے۔

"نہ دکھائے رنج و غم نہ ہی کہ ہے رہنا وطن کا خوش نصیبی
 سفر میں رنج ہے اندوہ غم ہے وطن کا چھوٹنا یا روستم ہے خوشتر
 پھولوا۔ سولوا۔ وغیرہ شاہزادیوں کو اس وحشتناک خبر نے جو رنج پہنچایا
 بیان سے باہر ہے۔ تمام دشن ہری پور میں کلام بچ گیا۔ مرد و عورت سب
 رونے لگے۔ آبادستی ویرانہ نظر آنے لگی۔ اس کی ساری رونق جاتی رہی
 رواق و طاق منظر کا اڑا رنگ
 ہوا غم سے متبک سینہ سنگ
 نظر آتے تھے روزل چشم خونبار
 مکان شاہ کے ہر طاق و منظر
 پے گریہ تھے شکل دیدہ تر

اُس پاس کے رہنے والے ملنے ملائے آئے۔ سب نے اٹھ کے ساتھ
 ولی ہمدردی ظاہر کی مگر کسی کو ہمت نہیں ہوئی کہ شاہی حکم کے برخلاف
 اُن کو روکنے کی صلاح دیتا۔

اٹھا کو دشن ہری پور میں ایک دن رہنا بھی شاق تھا۔ اُس نے
 اپنے سب ساتھیوں کو بلا بھیجا اور دوبارے چھوڑنے کی ہدایت کی۔

جلاوطنوں کا قافلہ جس میں بنا فرسواروں سے علاوہ ان کے بہت سے ساتھی بھی تھے۔ جب وش ہری پور سے گزرتا ہوا ہوئے میں پہنچا۔ رانی ملن دیوی نے آٹھا کو بلا بھیجا۔ افسوس اور رنج کے لمحہ میں رانی کہنے لگی۔ "دیش راج کے لڑکوں! میں تم کو اپنا دودھ پلا کر پالا تھا۔ تم سب میرے آنکھوں کے تارے ہو۔ مگر کیا کروں۔ راجہ کو میں نے بہت کچھ سمجھایا۔ وہ باز نہیں آتا۔ تمہاری طرح میں بھی اسکی رعیت ہوں۔ اسلئے دم نہیں مار سکتی۔ دم بخود ہوں۔ تم جانتے ہو تمہارے ساتھ موباکا رونق لگی چلی جائیگی۔ بیٹو! جاؤ۔ جہاں رہو۔ البتہ تم کو خوش رکھے یہ کہہ کر رانی رو دینے لگی۔ اور آٹھا آدھل اسکے پاؤں کو چھو کر وہاں سے روانہ ہوتے۔

ملن دیوی اور دیول دیوی کا ملاپ نہایت رقت نینر تھا۔ مگر دونوں نے چھاتی پر صبر بچھڑا لیا۔ اور دیول اپنے بیٹوں کے ساتھ شہر سے باہر آئی تھی۔ جب قافلہ موباکا سرحد سے باہر آیا۔ ایک بلع میں خمیرہ نصب کر دیا گیا۔ اور وہاں بنا فرسوار آپس میں مشورہ کرنے لگے کہ "آخرب کس دیش کو چلیں کسی نے ہلی کی صلاح دی۔ کسی نے زور کا نام لیا۔ آٹھانے کہا "بھائیو! یہ ہماری مصیبت کا وقت ہے۔ تم کو یاد ہے۔ ہم نے ان سب راجاؤں میں سے سب کو بری طرح ذلیل کیا ہے۔ کیا اس کو دکھ کے وقت وہ ہماری مدد کریں گے؟ کبھی نہیں۔"

دیول دیوی نے کہا۔ "دکھاؤں سکے یہ اپنے کرم کے نتیجے ہیں کوئی نہ کسی کو دکھ دیتا ہے۔ نہ شکھ دیتا ہے۔ جس وقت جس طرح کا کرم میل اوڑے ہوتا ہے اس وقت ویسے سا مان خود بخود پیدا ہو جاتے ہیں۔ تم مصیبت سے کبھی نہ گھبرو۔ راجپوت کی زندگی کا راستہ صاف اور مستقیم نہیں بنایا گیا۔ میری رائے ہے یا تو تم قنوج میں چل کر رہو۔ کیونکہ قنوج کے راجہ سے تمہاری لڑائی نہیں ہوئی۔ یا جٹل میں رہ کر شیروں کی طرح زندگی بسر کرو۔"

سب نے دیول کی راستہ پسند کی اور وہاں سے کوچ کر کے سرسہ میں آئے جہاں ملکھانے راج کرتا تھا۔ اس نے روکنا چاہا۔ مگر آٹھانے بھڑنا مصنعت نہیں سمجھا۔ پیرل۔ بتیوا۔ جہاڑ۔ کالی وغیرہ ہوئے ہوتے قنوج میں داخل ہوئے جہے چند اس وقت قنوج کا راجہ تھا۔ اسکے وقت میں ملک خوب آباد تھا۔ قنوج بیسیوں کوس کے رقبہ میں بسا تھا۔ اس میں صرف ٹالی تینویوں کی ہیں میں ہزار دوکانیں موجود تھیں۔ عطر اور بیویل کے کارخانے بہ کثرت تھے۔ ہر قسم کے پیشہ وائے بہ کثرت آباد تھے۔ شہر کی رونق ان کی نگاہوں میں کعب گئی۔

دو پہر کا وقت تھا جب بنا پھر جہے چند کے دربار میں حاضر ہوئے جہے چند نے ان سے قنوج آنے کا سبب دریافت کیا۔ آٹھانے شروع سے آخر تک سارا قصہ سنا دیا۔ جب جہے چند نے اسل حال سن لیا۔ وہ کہنے لگا۔ قنوج میں موہیے کے جلاوطنوں کو پناہ نہیں دیا جاسکتی۔ بہتر ہے۔ تم کہیں اور جگہ جا کر رہو۔ آٹھانے جواب دیا۔ "بسیا حکم! صرف قنوج ہی ایک ایسی سلطنت ہے جہاں ہمارے برخلاف شکایت نہ ہونی چاہیے تھی۔ لیکن اگر یہاں بھی تم کو پناہ نہیں ملتی تو تم دیول کیوں حکم کے موافق جنگل کے شیر منگ رہے۔ جہے چند نے پوچھا "جنگل کے شیر منگ کر رہنے سے تمہارا کیا مطلب ہے؟" آٹھانے جواب دیا۔ "ہم ایسی جگہ آباد جہے جو کسی کے راج میں نہ ہو۔ اور جہاں کوئی شخص ہمارا مقابلہ نہ کر سکے۔"

جہے چند مسکرایا "سردار! معلوم ہوتا ہے تم سعادت مند لڑکے ہو اور اب بھی جوانی کی حالت میں اپنے دل کے حکم کی تعمیل کر کے ہو۔ میں سعادت مند اولاد کو بہت پسند کرتا ہوں۔ اس لئے تمہارا ایک یہ وصف میری خوشی و رضا مندی حاصل کرنے کے لئے کافی ہے۔ میں اپنے قول کو واپس لیتا ہوں۔ تم قنوج میں خوشی سے رہو۔"

اور جے چند نے آٹھا کو خلعت دے کر اس کو اپنے سرداروں میں شامل
کر لیا اور سب لوگ قنوج میں خوشی خوشی رہتے گئے۔

سترھواں گیت

لاکھنی کا بواہ اور بوندی کی لڑائی

بوندی کے راجہ گنگا دھر کی لڑکی کو ستمناہیت حسین تھی۔ اب تک اس کی
شادی نہیں ہوئی تھی۔ اس طرف کا قنوج کا شامزادہ بھی کموار اٹھا
گنگا دھر نے اپنے دونوں لڑکوں کو منگوا کر جو اہر سنگھ کو ورس کی تلاش
کرنے کو روانہ کیا۔ یہ بوری کر حصہ دہلی۔ بسن وغیرہ مقامات سے گزرتے
ہوئے قنوج میں آئے۔

دربار عام کا دن تھا۔ تمام خاص و عام بیٹھے ہوئے تھے۔ بوندی کے
راجہ باریوں نے گنگا دھر کی چٹھی پیش کی۔ اسکو پڑھ کر جے چند نے کچھ ہاں
یا نہ نہیں کیا۔ جو اہر سنگھ جو اور جگہ سے مایوس ہو کر آیا تھا۔ کہنے لگا قہاراج!
آپ کے گھر میں لاکھنی کموار ہے۔ اگر حکم ہو تو ہم ان کو تیار کر دیں۔
جے چند نے انکار کیا۔ "ہمارے خاندان میں ابھی بوندی میں شادی
نہیں ہوئی۔ اس لئے ہم بھی وہاں اپنے لڑکوں کی شادی نہیں کرنا چاہتے۔"
آٹھا وہاں محرابے بھائیوں کے حاضر تھا کہنے لگا۔ "ہمارا راجہ کیا
پر وادہ ہے۔ گو بوندی یہاں سے بہت دور ہے۔ مگر ہم خیریت کے ساتھ
شامزادہ کی شادی کر لائیں گے۔ صرف آپ کے حکم کی دیر ہے۔ اگر
کسی کچال بنگا ہوا تو ہمارا ذمہ۔"

جے چند سکرایا بہت اچھا اگر ہمارے سروار اس شادی کو پسند کرتے ہیں
 تو ہم کو کوئی غدر نہیں ہے۔
 اجازت پا کر جو اس سنگھ نے لاکھنی کو ٹیکا کر دیا۔ اور پھاگن کے مہینہ میں
 شادی تیس کی ساعت بتا کر بونڈی کی طرف واپس گئے تھے۔
 جب شادی کے چند روز باقی رہ گئے۔ اٹھا دیش دیش کے راجاؤں کو ساتھ لے کر
 بونڈی پہنچا۔ جب گنگا دھرنے سنا کہ قنوج سے بارات آئی ہے وہ خوشی سے تن
 بدن میں بچھو لانا سکایا۔ کیونکہ وہ لڑکی کے ورثہ ملنے سے دل میں دھبی سو رہا تھا۔
 روپن باری حسب دستور امین داری لے کر شاہی محل کے پھاٹک پر پہنچا۔
 جب بونڈی راج کی طرف سے اسکو الغام و شلعت عطا ہونے لگا۔ اس نے
 کہا "میں سروار آٹھا کا باری ہوں میرا الغام صرف یہ ہے کہ جس کو حوصلہ
 ہو۔ دو دو ہاتھ میرے ساتھ تلوار چلائے۔"
 گنگا دھرنے اس باری کے کرتب سن چکا تھا۔ اس کو امید تھی کہ شادی غیر
 خوبی کے ساتھ انجام پا جائیگی۔ مگر روپن باری کی بانجھن کو دیکھ کر اسکو یوپی
 ہو گئی۔

جب روپن باری اپنے کے لئے لککار نے لگا یہ کیسے ممکن تھا کہ کستری
 اسکا سامنا نہ کرتے۔ کئی آدمی مقابلہ پر آتے۔ دو گھنٹے متواتر لڑائی کر ہی دو دلول
 طرف سے داؤن بیچ ہونے لگے۔ آخر روپن کے ہاتھ سے کئی جانبیں صلیح ہو گئیں
 مگر وہ خود خون سے تر تر ہو کر وہاں سے صحیح سلامت جان بچا لے گیا۔
 جن کے رشتہ دار مارے گئے تھے وہ خون کا بدلہ لینے کے لئے شور مچانے
 لگے۔ مجبوراً راجہ گنگا دھرنے اپنی فوج کا ایک حصہ آٹھا سے مقابلہ کرنے کیلئے

۱۰ راجپوتوں میں پہلے بغیر لڑائی جھگڑے کے شادیاں نہیں ہوتی تھیں۔ اسی وجہ سے
 لڑکیوں کو پیدا ہوتے ہی قتل کر دیتے تھے۔

روانہ کیا جو ہر گھنٹہ اس رسالہ کا سپہ سالار تھا۔

جب دونوں ول آنے سے ملے ہوئے تلواریں چلنے لگیں قنوج اور بوندی کے سرداروں کو اپنی اپنی قومی شجاعت پر ناز تھا۔ فریقین دل کھول کر قنوج والے بچتے تھے۔ بوندی کے راجپوت آسان شکاریں مگر جب مقابلہ ہوا تب معلوم ہو گیا کہ وہ ان سے کسی حالت میں کم نہیں تھے آٹھ آدمی کو اس لڑائی میں لوہے کے چنے چبانے پڑے۔

کئی دن تک لڑائی رہی صبح سے شام تک بہادر راجپوت لڑتے تھے شام کو اپنے اپنے خیموں میں جا کر زخمیوں کا علاج و مرہم کرتے تھے۔ جب متواتر کئی دن لڑائیاں ہوئی رہیں۔ قنوج والوں کا حال ابتر ہو گیا۔ ان کا لشکر نسبتاً بوندی والوں سے زیادہ ضائع ہوا۔ اور دو سردار آدمی اور لاکھنی گرفتار ہو کر دشمنوں کے ہاتھ پڑ گئے۔

جب آٹھ گھنٹے کیجیا کہ وقت شگ ہے اور دشمن سے ہمت مانگنا بیجیز فی میں داخل ہے۔ اُس نے اپنے بھائی ملکنے کو جو سرسا کا حاکم تھا خط لکھا یہ خط کے پتے ہی برسم بلخار بوندی میں جا پہنچا۔ اس کے آنے سے قنوج والوں کی جان میں جان آ گئی۔ اور وہ پھر ہمت کر کے اس طرح لڑے کہ بوندی والوں کو ہار ماننی پڑی اور گنگا دھرنے آٹھ سے معذرت کر کے نہ صرف اوہل اور لاکھنی کو قید سے رہا کر دیا۔ بلکہ آخر الذکر کی اپنی لڑکی کو سنا سے شادی کی۔ اور تب بارات نئی دلہن کو لے کر قنوج کی طرف واپس آئی۔



اٹھارھواں گیت

گاجنر کی لڑائی !

ایک دن راجہ جے چند کا دربار لگا ہوا تھا۔ امیر اسب حاضر تھے۔ راجہ سخت لٹا ہی پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے سب سرداروں سے مخاطب ہو کر کہا "آج بارہ برس گزر گئے۔ مگر ہمارے باجگزار راجاؤں نے اب تک اپنی خرچ نہیں بھیجی۔ ان کو سزا دینی ضروری ہے۔ آپ لوگوں میں سے جس کسی کو ہم پر جانے کا حوصلہ ہو۔ وہ اپنے خیالات کو ظاہر کرے۔"

اور سب سردار بھی غور و فکر میں تھے کہ اوّل سنگھ دیول کا چھوٹا لڑکا اٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے کہا "ہمارے امیر اسب پر جانے کے لئے تیار ہوں۔ بشرطیکہ آپ رانا لاکھن سنگھ کو میرے ساتھ کر دیں۔ جب تک سردار ساتھ نہ ہوں۔ خرچ وصول ہونا غیر ممکن ہے۔ ہم پر یہ رہنمائی کا حکم صرف خیمہ میں بیٹھے آرام کریں گے۔ جس طرح ہو سکے گا۔ میں آپ کا پیہ کوڑی کوڑی وصول کر کے بھیجتا جاؤں گا۔"

جے چند نے اودے سنگھ کی طرف نگاہ کی۔ "راجپوت ہم کیا کہتے ہو میری سولہ رانیوں میں یہی ایک لڑکا ہے۔ میں گوارا نہیں کرتا کہ اس کستی کے زمانہ میں اس کو اتنے زبردست لڑاکوں کے برخلاف ہم پر بھیجوں۔"

اودے سنگھ نے جواب دیا۔ "چھوٹا یا بڑا کستری کا لڑکا آگ کا پیر کا لڑکا ہے۔ جو کام انگارہ کرتا ہے۔ وہی چنگاری بھی کرتی ہے۔ کشتن خیز نے بارہ برس کی عمر میں کنس کو مارا تھا۔ رام چند نے اس سے بھی کم عمری میں میرچی کو بچھاڑا تھا۔ لاکھن سنگھ کی عمر تو پھر بھی زیادہ ہے۔"

آپ ذرا بھی فکر نہ کریں جب تک او دل کے دم میں دم ہے کس کی مجال ہے
کہ راجہ کی طرف بروقی نظر اٹھا کر دیکھ سکے۔

جے چند بخوتی دیکھ لے خاموش رہا۔ آخر اس نے لاکھنی سنگھ کو بلا کر
کہا: "بیٹے! تجھ کو میرے پیچھے راج کرنا ہے۔ بہتر ہے تو ماتحت راجاؤں کی
ریاستوں کا دورہ کر آئے۔ او دے سنگھ تیرے ساتھ جاتا ہے۔" لاکھنی سنگھ
نے سر جھکا کر رضا مندی ظاہر کی۔ اسی وقت فوج کے تقارہ پر چوبی
گئی۔ جتنے لڑاکے راجوت لڑائی کے خواہشمند تھے سر سے پاؤں تک مسلح
ہو کر آئے۔ کوئی ہاتھی پر سوار تھا کسی کے ران کے تلے شونخ گھوڑا تھا۔
کوئی بامیادہ تھا غرضیکہ جس کی جیسی حیثیت تھی۔ وہ اسی لباس میں راجہ
کی خدمت ادا کرنے کے لئے حاضر ہوا۔ اور آقا خاں میں کئی لاکھ آدمی علاوہ
راجہ کی خاص فوج کے وہاں حاضر ہو گئے۔

اکند۔ سنگھ۔ کھونا۔ بھوڑا۔ بھوڑا وغیرہ ہاتھی جنہوں نے بار بار اڑائیاں
دیگی تھیں۔ سچ کر آئے۔ گھوڑے پہنسانے لگے۔ ٹھٹھے اور شنگھوں کی صدا
پاروں طرف گونج اٹھی۔

او دل سنگھ اپنے گھوڑے بنیدل پر سوار ہوا۔ انیل سنگھ آٹھ کے لڑکے
نے ہنسائی کی بیٹی پر زین کسوائی۔ منوہار پر دیو اس سنگھ چڑھ گیا۔ بھو کاٹھ
نے بڑھ پکاٹھی لکھی غرضیکہ تمام لشکر اس طرح دیکھتے دیکھتے تیار ہو گیا۔
جب راجہ نے فوج کی ترتیب اور آرائش کی کو دیکھا مناسب ہدایت
سنا کر گونج کرنے کا حکم دیا۔ لشکر روانہ ہوا۔ اور کئی دن بعد گورکھپور

پہنچا جس کا راجہ ہر سنگھ تھا۔
انیل سنگھ لاکھنی کی طرف سے خط لکھوا یا جس کا مضمون یہ تھا۔ کہ
بارہ برس ہوئے تم نے خراج نہیں دیا۔ کشتری کیسی وعدہ خلافی نہیں
کرتے۔ بہتر ہے۔ خراج بے کر حلیہ حیمہ میں حاضر ہو جو اہمائے مساعد لڑائی کرو۔

جس وقت ہر سنگھ نے خط کو پڑھا۔ ہنس کر کہنے لگا۔ "وہ زمانہ لڑ گیا۔ جب
قتوں کو خراج دیجاتی تھی۔ اب یہاں سے ایک کوڑی نہ ملے گی۔ اوّل سنگھ
سے کوئی میرٹ اسی میں ہے۔ کہ چپکے سے واپس چلا جائے۔"
اس گستاخانہ جواب کو سن کر اوّل کی آنکھیں لال انگارے کی طرح
سرخ ہو گئیں۔ اسی وقت لڑائی کا ڈنکا بجوا دیا گیا۔ ہر سنگھ اور ہر سنگھ دونوں
بھائی اپنی فوج کو لئے ہوشیار کی طرف چھپے اور جس طرح شہر ایک دوسرے
کے مقابل میں بخونی سے لڑنے لگے ہیں۔ ویسے ہی اوّل کیساتھ ٹھٹھمکتھا کرنے
لگے۔ تو یوں سے گولے اس طرح سرسوتے تھے۔ جیسے آسمان سے پانی کی بوندیں برسی
میں تمام میدان صواں سے بھر گیا۔ تو پھر بدوق کی بارش اس کثرت سے آئی
گئی کہ سننے والوں کے کان کے پردے پھٹ گئے کتنے آدمی زمین پر یوں ہی
خوف کے مارے ہمیشہ کے لئے سو گئے۔ کتھول کے سروا میں اڑ گئے۔ کتنے بے ہاتھ
پاؤں سکھ بن گئے۔

جب توپیں سرسوتھیں ہاتھی ہاتھی سے گھوڑے گھوڑے سے بھڑنے لگے۔
تلواریں کھینچیں چھڑ کر خون پینے لگیں اور تمام میدان آدمی ہاتھی گھوڑوں
کی لاشوں سے پٹ گیا۔

دونوں طرف زبردست لڑاکے تھے دونوں ہی طرف کے آدمی دل کھول کر
لڑے۔ کوئی کسی سے اپنے کو کم نہیں سمجھتا تھا۔ بزدل سے بزدل آدمی کی طبیعت
ان کی مروائی کو دیکھ کر جوش سے بھر جاتی تھی۔

لڑتے لڑتے اوّل اور ہر سنگھ کا مقابلہ ہو گیا۔ اس نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ "تو
کیا میرے ساتھ لڑنے آیا ہے۔ تیری ذات غلام کی ہے۔ پہلے تو چنیل کے یہاں لوکر
تھا۔ اب بے چہرہ کا نمک خوار ہے۔ راہ کو شرم نہیں آتی کہ کشتیوں سے لڑتے کیلئے
غلام کو بھیجا ہے۔ یا اب بھی آجی ہے۔ مجھ کو تجھ پر وار کرتے ہوئے شرم آتی ہے۔"
اووے سنگھ نے کڑک کر کہا "اے راجپوت! سنبھل جا۔ اس وقت ہماری

تو ار خود اسی بات کا فیصلہ کر دیگی کہ ہم میں سے کون اصلی کشتی ہے۔
 اسیر سنگھ اس پر بھالا لیکر چھپٹا۔ اوکل نے اپنے بھالا پر اس کے وار کو روک
 لیا۔ اور اسیر سنگھ کا بھالا زمین پر آ رہا۔ اوکل نے کہا: کیوں! معلوم ہوتا ہے
 لڑکپن میں تال کا دو وہ نہیں ملا۔ تجربہ وار سوباب دیکھ دلیول دلیوی کے دو وہ
 میں کسی طاقت ہے۔ یہ کہہ کر جس وقت اوکل نے تلوار چلائی راجہ نے ڈھال
 پر روک لی۔ مگر اس کو غصہ آ گیا۔ اوکل نے اس کی مشکیں کس لیں اور اپنے آدمی کے ہوا گیا
 جب اسیر سنگھ قید ہو گیا۔ پھر کس کو بہت تھی کہ بنا کر کے سامنے آنا اس کے گھر چڑھ
 کا تمام خزانہ لدا کر فوج روانہ کیا۔ اور ساتھ ہی قیدی راجہ کو بھی بھیج دیا۔
 اس کے بعد بریا کا قلعہ فتح کر کے اسیر سنگھ کو بھی گرفتار کیا۔ اور فوج کی
 طرف روانہ کر کے اوکل آگے بڑھا۔

ساتی سنگھ بٹی کا راجہ تھا۔ جب فوج سرحد پر پہنچی۔ اس نے اگر فراموشی کی
 ادل مروت لڑنے کے لئے تیار رہتا تھا۔ ساتی ہاتھی پر بٹھا۔ جب اوکل سنگھ نے
 گھوڑے کی پیٹھ کو ہاتھ سے چھوئے یا وہ شیر کی طرح اچھل کر ہاتھی کے سر پر جا پہنچا۔
 اوکل نے راجہ کی بگڑی کو لپک کر اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ اور کہنے لگا: ہمارا راج
 دیکھئے۔ آپ کی بگڑی اب میرے ہاتھ میں ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر آپ
 راجہ کا خراج دے کر مصالحت کر لیتے ہو تو راج آپ کو پھر واپس دیا جائیگا۔ ورنہ
 اب خیریت نہیں ہے۔

ساتی ہنسا: لڑکے! تو نے ابھی بہادروں کے ہاتھ نہیں دیکھے ہیں
 یہ کربٹ ٹول کے ہیں۔ اگر کچھ طاقت رکھتا ہے تو سامنے آ کر کسٹریوں کی طرح
 لڑائی کر میں تیرے کربٹ کا قابل نہیں ہوں۔ یہ کہہ کر ساتی نے اپنی فوج کو
 اشارہ کیا۔ وہ فوج والوں پر چھپٹی زور شور کی لڑائی ہوئی کہتے آدمی
 مارے گئے۔ بہکتوں کے جسم زخموں کی وجہ سے چھینی بن گئے۔
 اس بحر میں اندل کا قدم چھینیہ آگے رہتا تھا۔ وہ اس طرح میدان

میں بخونی سے گھوم رہا تھا۔ جیسے شیر کھیار میں پھرتے ہیں۔ اُس نے ہزاروں
کودم کے دم میں خاک و خون میں ملا دیا ۛ

لڑتے لڑتے آٹھا اور ساتھی ایک دوسرے کے سامنے آئے۔ آٹھانے
سمجھایا دیکھئے ناحق خنزیری ہو رہی ہے۔ بہتر ہے آپ خراج دے کر بلا خدشہ
راج کیجئے۔ اس نے کہا اے امیرنی کے چھو کرے! تو بچھ کو کیا سمجھانے آیا ہے
میں میرے اصل و نسل کو جانتا ہوں۔ سن جس طرح تیری پیدائش ہوئی ہے
دلش راج اور بچھ راج کو جھگڑ میں دو امیرنی لڑکیاں ملیں جو سریر دو دھو
کے جھکے رکھے ہوئے جاری تھیں۔ راہ میں دو جھینے ان پر حملہ کرنے کی نیت
سے آئے۔ دونوں شہزور تھیں۔ ان کے سینکوں کو بچھ کرے قابو کر دیا تیرے
باپ اور چچانے سمجھا۔ اگر ان لڑکیوں کیساتھ شادی کی جاتے تو اولاد مضبوط
ہوگی۔ ان لڑکیوں کے نام دیول اور رباتھے۔ اور انہیں سے تمہاری پیدائش
ہوئی۔ اس لئے تم کو مجاز نہیں ہے کہ تم کسی کشتی کے سامنے دلیری کی
ڈینگ مارو اور اُس کو ایسی ناقص رائے دو۔

دیول کے متعلق گستاخانہ کلمہ سن کر آٹھا کی آنکھ میں خون اُتر آیا۔
اُس نے بھاللا آٹھا کڑجا رہا کیا۔ اس نے ڈھال پر روک لیا۔ اور جب گدا
لے کر وہ آگے بڑھا۔ اسکی گدا کی ضرب سے آٹھا کا ہاتھ پھٹا پھان ہو گیا۔ اور
قریب تھا کہ آٹھا معہ ہاتھ کی زمین پر آ رہے۔ اندل نے گھوڑا پیش کیا۔
آٹھا اچھل کر اسکی پیٹھ پر آ رہا۔ اور ہاتھ اسی وقت جان بحق تسلیم ہوا۔
جب آٹھا گھوڑے پر سوار ہو رہا تھا۔ اندل نے ہینکرا راہہ کا قافیہ
تنگ کر دیا جب اس کے سر پر متواز چوٹ آئی وہ بیہوش ہو گیا۔ لورا و دل سنگھ
سے اسکی بھی مشکیں کس کر معہ خزانہ اور لوٹ کے مال کے اسکو فوج بھیج دیا۔
لشکر پٹی سے کوچ کر کے کامرودیش میں منچا۔ یہاں کارا راہہ کھلا پتی تھا۔
اُس نے بھی بغیر ملک کی فوج کی آمد کا حال پا کر اپنی سرحد میں ان کا راستہ

روک دیا۔ اوہل اس کے پاس جینیت سیف کے جا کر کہنے لگا۔ "مہاراج! میں
 اٹھواں کھنڈ کا چھوٹا بھائی ہوں۔ بہن زادہ لاکھنی سنگھ محصول وصول کرنے کے لئے آپ
 کے یہاں آیا ہے۔ بارہ برس کا خراج باقی ہے آپ اگر ایک کوڑی کوڑی بے باقی
 کریں تو ہم بھی دیس چھنے جائیں گے۔ ورنہ ناخق آپ کے ساتھ لڑائی ہوگی۔"
 راجہ نے کہا "میں کو یہاں سے ایک کوڑی بھی نہ ملے گی۔ ہم جے چند کی سرداری
 کو قبول نہیں کرتے۔ مدت ہوئی۔ جب سے اسکے ساتھ قلعہ تعلق ہو گیا ہے۔ ہم
 کو کیسے جرات ہوئی کہ تم میرے ملک میں اس ارادہ سے آئے کیونکہ راجہ جے چند کو
 خود اتنی ہمت نہیں تھی کہ وہ ادھر آنے کا حوصلہ کرتا۔"

اوہل نے کہا: "بجب ہے آپ نے اب تک میرا نام نہیں سنا۔ میرے
 گھوڑے بیدل کے ٹاپ کی آواز سیت بندر انیشوڑ تک گونج چکی ہے۔ میں نے
 جے پور کو لوٹ۔ دہلی کو تاخت و تاراج کر دیا۔ ارجحہ کو ویرانہ بنا دیا۔ پرتھوی راج کو
 خود میرا ہوا مٹا پڑا۔ جینا۔ پنا۔ کشمیر۔ مٹان۔ بوندی۔ ٹانک غرضیکہ یہاں کے
 تمام راجے میرا نام سن کر کانپ اٹھتے ہیں۔ اور آپ کہتے ہیں کہ میں تم کو نہیں جانتا
 راجہ نے کہا: "کچھ ہی ہو سکی طرح اب جے چند کو خراج نہیں ملے گی۔"

جب اوہل کی رسالت اور سفارت بے سود ثابت ہوئی۔ اسکی واپسی پر
 طبل جنگ بجوایا گیا۔ دیر تک لڑائی ہوئی۔ دسی آخر میں راجہ کلاپتی بھی زندہ
 گرفتار ہو کر قنوج کی طرف روانہ کیا گیا۔ اور اسکا مال و باب سب راجہ جے چند
 کے خزانہ میں داخل ہوا۔

کامروڈیش کے فتح کرنے کے پیچھے وہ بنگال ویش میں آئے۔ جہاں ایک گورکھا
 کی حکمرانی تھی۔ یہاں بھی لڑائی ہوئی۔ اور اس راجہ کیسے تھ بھی ویسا ہی سلوک کیا گیا
 ٹانک کا راجہ مرئی منور بڑا لڑا کا مشہور تھا۔ اس نے حماقت سے کہا۔

جے چند کون ہوتا ہے۔ میں خود اس سے تراج لو لگا۔ اسکا نتیجہ لڑائی ہوئی جس
 میں اسکو نیچا دیکھنا پڑا۔ نہ صرف وہ خود قید ہو کر قنوج آیا۔ بلکہ اس کا جمع کیا ہوا

اناثہ بھی قنون کے شاہی خزانہ میں چلا آیا۔

جسکی کے راجہ گجینی کے یہاں بھی خراج باقی تھا۔ اسکے پاس بھی تقاضا
بھیجا گیا۔ اسکو بھی قنون کی متابعت سے انکار تھا۔ مجبور اس کو بھی شکست
دے کر قید کر کے جبر و سختی کیساتھ خراج وصول کیا گیا اور وہ بھی قنون کے
قید خانہ میں پابرجا ہو کر روانہ کیا گیا۔

روسنی والا اٹھا کر چلتا۔ گورکھ پور کا ریتیں سورج۔ پٹنا کا راجہ پورن اور
بنارس کا راجہ ہنسامنی۔ یہ سب یکے بعد دیگرے سخت محاربہ کے بعد قید ہوئے
اور بچے چند کے پاس بھیجے گئے۔

تیرہ مہینہ تیرہ دن تک گاجنر کی لڑائی رہی۔ اس میں اوّل نے بارہ بڑے
بڑے راجاؤں کو شکست دے کر قید کر لیا۔ اور اسکو کوئی بھی شدید صدمہ نہیں پہنچا
جب لشکر واپس آ رہا تھا۔ راہ میں ایک دن لاکھنی سنگھ اور اوّل سنگھ
سے بات چیت ہوئے تھی۔ شاہزادہ اس کی قیمتی خدمات کے اقرار میں کہنے لگا۔

شاہ باں! اوّل! تمہاری بہادری کا کشتری آج کوئی بھی دنیا میں نہیں ہے
آفرین ہے تمہارے ماں باپ کو اگر تم میرے ساتھ نہ ہونے تو کیا کبھی ممکن تھا
کہ اس طرح گاجنر کی لڑائی بہ آسانی طے پا جاتی! سچ جتن تم نے بہت بڑا کام
کیا اور دنیا میں جس قدر تمہاری دلیری اور بہادری کی تحریف ہو کم ہے۔

اوّل نے کہا۔ "راجہ! یہ کیا بات ہے۔ کشتری تو ایسے کام کے لئے
پیدا ہی ہوا ہے۔ جو کچھ آپ کہتے ہیں۔ وہ آپ کی قدر وانی ہے۔ لیکن یہ تو
فریاد ہے۔ جب وقت آئیگا۔ آپ کو میری خدمات یاد رہیں گی۔ یا آپ ان کو بھول
جاویں گے۔"

لاکھنی سنگھ نے جواب دیا۔ "بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ اوّل کی جانفشانی
اور جان تمہاری کے کارنامے مجھ کو یاد نہ رہیں۔ میں جیت تک زندہ رہوں گا۔ تمہارے
خدمات مجھ کو ہمیشہ یاد رہیں گے۔"

اوّل نے کہا "میرے بھی جیب تک دم میں دم باقی ہے۔ میرا سر اور میرے
 بھائی بھتیجوں کے سر ہمیشہ قنوج کے تخت کے پالیوں کا کام دیتے رہیں گے۔"
 قنوج کا لشکر یہ خیر و خوبی فتح کے ڈنکے بجانا ہوا پس آیا جے چند نے بڑی
 خوشی منائی۔ گھر گھر شادیاں نہ بچنے لگے اور قنوج کے باشندہ غرور اور ناز سے
 کہنے لگے۔ آج دنیا میں کوئی شہر ایسا نہیں ہے جو رونق اور عظمت کے لحاظ
 سے قنوج کا ثانی ہو۔ اور اس میں ذرا بھی خشک نہیں کہ قنوج اسی حیثیت
 کا شہر بن گیا تھا۔

اٹھارھواں گیت

سرسایا سواکی لڑائی !

ایک وقت کا ذکر ہے۔ ہال اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر ملی آیا۔ جیب پر تھوڑی
 نے اسکے اینکا حال سنا عزت اور تعظیم کیساتھ پیشوا کی۔ اور اپنے محل میں
 رہنے کی جگہ دی۔ اور بڑی خاطر و تواضع کے ساتھ پیش آیا۔

جب دو تین دن گزر گئے۔ ہال نے پر تھوڑی راج سے کہا "ہمارا ج !
 موقع اچھا ہاتھ آیا ہے۔ آہا اوّل آج کل قنوج میں ہیں پر یہاں نے انکو
 جلا وطن کر دیا ہے۔ مویا اور سرسار دونوں آسان لشکرا رہیں۔ صرف آپ کے
 ذرا ہمت کرنے کی دیر ہے۔ وہ خود بخود آپ کے قبضہ میں آجائیں گے۔ اور اگر
 اس موقع سے فائدہ نہ اٹھایا گیا تو ایشور جانے آگے چل کر کیا حال ہو۔"
 پر تھوڑی راج کو یہ صلاح پسند آئی۔ چند دوسرے مساجدوں سے
 رائے لیکر کئی دن تک سوچنے سمجھنے کے بعد اس نے قنوج کے کونج کر نیکا نام

دیا۔ جب سرسا پانچ کوس رہ گیا۔ پرتھوی راج نے اپنے لڑکے جوںڈا سنگھ
 "تاہر سنگھ اور چندین سے متوجہ ہو کر کہا۔" بیٹو! ملک بھان سنگھ سرسکے راجہ سے
 جا کر کہدو۔ اب انتقام کا وقت آگیا ہے۔ میں نے قسم کھائی تھی کہ اپنے بھتیجی
 سیاہیوں کے خون کا بدلہ لوں گا۔ یا تم سرسکے قلعہ کو مسمار کر کے بھاری مٹی
 اٹھیا کر دو۔ یا اگر سمیت ہے تو لڑائی کر دو۔"

جب ملک بھان نے سنا کہ پرتھوی راج چڑھ آیا ہے۔ وہ اپنی ماں برہا کے
 پاس گیا اور اس کا پاؤں چھو کر بولا "نانا! دولی پت نے موہنے کی دھڑی سے
 ہم پر چڑھائی کی ہے۔ حکم دو کہ ہم اس کے مقابلہ کے لئے جایشیں برہا کو کچھ
 تامل سوا۔ وہ دل میں سوچنے لگی۔ "اگر اول میں سے کوئی شخص یہاں
 موجود نہیں ہے۔ اگر ملک بھان رہ گیا ہے۔ پرتھوی راج نہایت زبردست
 لڑاکا ہے۔ کون جانے کیا پیش آوے۔ مگر پھر اس نے دُعا دیکر کہا۔ "جانیٹا
 دولی پت سے لڑائی کر۔ جو کشتری جنگ کے موقع پر دشمن کے لشکار کو سن کر
 بچے بھاگتا ہے۔ وہ ترک گامی ہوتا ہے یہ سچ ہے تیرے بھائی یہاں نہیں ہیں مگر
 کچھ مضائقہ نہیں۔ کشتری کو ہمیشہ اپنے ہی قوت بھروسہ رکھنا چاہیے۔"
 ماں کا حکم پا کر ملک بھان نے فوج کو راستہ کیا۔ اور دشمن کے مقابلہ کے لئے
 روانہ ہوا۔ راہ میں پرتھوی راج کے لڑکے ملے کہنے لگے۔ "راجا ملک بھان
 دولی پت کا حکم ہے کہ سرسکے قلعہ کو منہدم کر دیا جائے۔"

اس نے جواب دیا۔ "راجہ پترو اور اسفنج سمجھ کے بات کی ہوتی جن
 ہاتھوں نے خود قلعہ کو تیار کیا ہے۔ کیا وہ کبھی اس کے مسمار کرنے کو راضی ہو
 سکتے ہیں۔ یہ صرف حماقت کی گفتگو ہے۔ پرتھوی راج کی کیا مجال ہے کہ
 ایسا حکم دے۔ تم اس وقت بھیر کی حیثیت میں آتے ہو۔ اس لئے میں تم کو
 کچھ نہیں کہتا۔ جاؤ۔ راجہ کو کہدو۔ ایسی باتوں سے باز آتے۔ اور اگر اس کو
 لڑنے کی خواہش ہے تو یہاں جوگان میں میدان میں گوسے۔" ہم اس کو

جواب یہ کیسے تیار ہیں۔ کشتری رن سے بھی نہیں بھاگتے۔ کہو۔ وہ ہمارے مقابل کر کھڑا ہو۔

شاہزادے واپس چلے گئے۔ پھوٹھی دیر بعد ولی اور سرساک کی فوجیں اُسے سامنے ہوئیں۔ لڑائی کے باجے بجنے لگ گئے۔ جن کے سنسنے سے بزدلوں کا دل بھی جوش کے ساتھ اُچھلنے لگا تھا۔

اس زور کی گھمسان ہوئی کہ جس کا حد و حساب نہیں دونوں طرف کے لشکر اڑنے لگے۔ اس طرح کی سخت گھمسان ہوئی کہ کسی کو اپنے پرانے تک کا خیال نہیں رہا۔ مردوں کی لاشوں کے چوتھے بن گئے۔ اور کٹے ہوئے سروں کے پہاڑ لگ گئے۔ خون کی ندیاں بہنے لگیں۔

ملک آخر اُٹھا کاجانی نکھا۔ اس طرح لڑنا تھا۔ جیسے شیر مریوں کے گھر کو برباد کر دیتا ہے۔ پرتھوی راج کے بہت آدمی اس کے ہاتھ سے مارے گئے جب چونڈا سنگھ نے یہ حالت دیکھی۔ لنگار کر کہنے لگا "ہمارا راج! سپاہیوں کے قتل سے آپ کو کیا ملے گا۔ آئیے۔ میرے ساتھ دو دو ہاتھ کیجئے۔ میری بھی یہ خواہش ہے کہ آپ کے ساتھ جنگ آزمائی کروں۔"

ملک نے جواب دیا۔ بہت اچھی بات ہے۔ آؤ مجھ کو منظور ہے۔ یہ کہہ کر دونوں بہادر جھڑپے۔ پھوٹھی دیر تک تلوار سے تلوار بچتی رہی جب تلواروں کی دھاریں کند ہو گئیں۔ دونوں ہاتھیں بھال لائیں۔ مقابلہ پرانے۔ کچھ عرصہ تک بھالنے کھڑے رہے۔ جب یہ بھی ختم ہو گئے۔ گدا بیکر لڑنے لگے۔ موقع پا کر ملک نے ایسا ہاتھ بن کر مارا کہ پرتھوی راج کا ہمارا سپاہی شش کی اگر گریزا۔ سرساکوں نے اُسی خنجر سے اس کی اسکو فوج کے درباران قید کر لیا۔

جب شام کا وقت آیا۔ دونوں لشکر اپنے اپنے خیمہ میں چلے گئے۔ ملک نے چونڈا سنگھ کو زمانہ لباس پہنا دیا۔ وارثی موچھہ مونڈ کر سر سے پاؤں تک اسکو

زلیو سے لا دویا۔ اور صبح ہوتے ہی پانکی میں بٹھا کر کماروں سے کہا۔ اس لڑکی کو پریتھوی راج کے خیمہ میں لے جاؤ۔ اور کہو یہ تمہارے دشمن کی لڑکی ہے۔ اس کو قبول کرو۔

جب پانکی دلی پت کی فوج میں پہنچی۔ پریتھوی راج اسکو دیکھ کر بہت خوش ہوا۔ مگر جب پانکی کا پرہہ اٹھایا گیا۔ بالخصوص لڑکی کے چونڈا سنگھ پر نظر گئی۔ دلی پت بہت متراشا ہوا۔ پانی پانی ہو گیا۔ اور غرض و غضب کی حالتیں لڑکے کے لئے چلا۔

ملکھے اور پریتھوی راج کا دوبارہ مقابلہ ہوا۔ ملکھے نے کہا۔ ہمارا راج باپ نے سخت غلطی کی۔ آپکو میرے ساتھ لڑانی کرنی نہیں چاہیے تھی۔ میں پریمال کو اور آپکو بزرگ باپنا تھا۔ اب بھی بہتر ہے آپ جنگ کو موقوف کرو۔ اور دلی واپس چلے جاؤ۔

پریتھوی راج نے جواب دیا۔ راجپوت اچوتو کہتا ہے سچ ہے۔ مگر کیا کٹھری کبھی رن میں آکر پیچھے قدم ہٹاتے ہیں۔ اگر میں نے سرسا اور مہوبا دونوں کو ہرباد نہیں کیا تو پریتھوی راج میرا نام نہیں۔ ملکھے بولا۔ اگر سرسا کو صدر نہ پہنچا۔ تو دہلی کو آگ لگا دوں گا۔ اور ایک تنفس کو بھی زندہ نہ چھوڑ دوں گا۔

پریتھوی راج مسکرایا۔ کٹھری بولینگ کیوں مارتا ہے۔ آستینیں سنبھال اور لڑانی کے لئے ہمت کی کمر کس کر تیار ہو جا۔ ابھی دم کے دم میں فیصلہ ہوا جاتا ہے کہ دہلی یا سرسایں سے کون ہرباد کیا جائیگا۔

چھ لڑائی شروع ہوئی۔ دہلی کا توپ خانہ بہت زبردست تھا۔ جب دن دن فیر ہونے لگی۔ آسمان و حواں سے بھر گیا۔ کوسوں تک آدمیوں کے سر اڑ گئے۔ کسی کی کمر کٹی ہے۔ کسی کے ہاتھ پاؤں آسمان میں اڑ رہے ہیں۔ تاہم سرساکے راجپوت غضب کے لڑا کے تھے۔ وہ لڑائی کے موقع و

محل کو پہنچاتے تھے۔ وہ بیچے کی طرف سے پھر کر لانے لگے۔ ملکھان کبوانامی گھوڑے پر سوار اپنے سپاہیوں کو لٹکارتا جاتا تھا۔ اور ساتھ ہی خود تلوار کے ایک ایک واریں کئی کئی آدمیوں کو مارتا جاتا تھا۔ اس دن اس کے ہاتھ سے بہت آدمی مرے۔

آخر میں یہ نوبت آئی کہ پرتھوی راج کو سپاہ ہونا پڑا ملکھان نے سات کوں تک اس کا پیچھا کیا۔ اور جب وہ دہلی کی طرف واپس چلا گیا۔ یہ بھی سرسایتے آئے۔

جبے ساکی فوج فتح دکھائی کی کہ ساتھ واپس آ رہی تھی۔ رانی برما ہاتھ میں آتی ہے ہوئے اپنے بیٹے کے استقبال کے لئے کھڑی تھی۔ اس نے بیٹے کو دعائیں دیں اور کشتری دھرم پر قائم رہنے کی ہدایت کی۔

بیسواں گیت

ملکھ کی موت اور گج موتی کا سستی ہونا

راجل نہایت شریر اور ناپاک شخص تھا۔ پرتھوی راج شکست کھا کر واپس گیا۔ اس کے دل کو رنج ہوا۔ کیونکہ وہ بنا فوں کا جانی دشمن تھا۔ بنا فوں نے یہ صرف اس کے علاوہ کو دست برد کر لیا تھا۔ بلکہ کبھی موقع پر اسکی بے عزتی بھی کی تھی۔ اسلئے بدلا لینے کی خود طاقت نہیں تھی۔ اس لئے وہ پرتھوی راج کو موقع موقع پر استعلاک دیتا رہتا تھا۔ جب ملکھ کی فتح ہوئی مائل رانی برما کے پاس مبارک باد دی دیئے آیا۔ اور عرصہ تک میقیم رہ کر سرسایتے تمام کمزور پہلوؤں کو مطالعہ کر کے دہلی واپس گیا۔

پرتھوی راج ملکھ کے مقابلہ میں شکست کھا کر نہایت مایوس ہو رہا تھا۔ جب بالی نے اس کو سرساکے حالات سنائے اور کمزور پہلوؤں کو دکھلایا۔ اسکو پھر ایک مرتبہ ہمت ہوئی۔

پرتھوی راج لشکر لیکر دوبارہ سرسہ پر چڑھ دوڑا۔ ملکھ کے گامبید نہیں تھی کہ اس قدر جلد تیار ہو کر وہ پھر لڑنے آوے گا۔ اس نے ذرا غفلت بھی کر دی تھی۔ جب بالی کی فوج سرسہ کے قریب آئی۔ جاسوسوں نے خبر دی۔ ملکھ اپنی فوج لے کر سرحد پر آیا۔

دونوں لشکروں میں کچھ کھٹا ہوئی۔ دونوں طرف کے آدمی خوب خوب لڑے پرتھوی راج نے بالی کو رکھی تھی۔ کئی کوس تک برابر خندق کھودوا کر اس میں نیزے اور بھالے گاڑ کر اوپر سے پھوایا تھا۔ لڑائی کچھ اس طرح سے لڑی گئی۔ کہ سرساوالے اسی طرف گئے۔ جب سر خندق غلی۔ ان کے آدمی بہت مارے گئے۔ یہ جہاز سے لڑتے بھی جاتے تھے۔ اور دشمن پر وار بھی کرتے جاتے تھے۔ جب خندق کے قریب پہنچے۔ ملکھان اور ان کے بہت سے ساتھی سنبھل نہ سکے۔ سوار اور گھوڑا دونوں خندق میں گر گئے۔ اور گرے کے ساتھ ہی بھالوں کی تیز نوکوں سے زخمی ہو کر جان دیدی۔ پرتھوی راج کی فوج اس نے موقع پا کر بنا فر کی فوج کو پامال کر دیا۔ اور سرساکے قلعہ کو اس طرح مسمار کرنے کا حکم دیا کہ اسکا نام و نشان تک باقی نہ رہے۔

جب زمانے بیٹے کی موت کی خبر سنی ہوئی ہو کر زمین پر گر پڑی تمام محلوں میں کراہ مچ گیا۔ رانی راج موتی کی حالت کچھ نہ پوچھو۔ اس کے سر پر مصیبت کا آسمان گرا۔ مگر پھر بھی اس نے اپنے آپ کو سنبھالا اور سلج ہو کر میدان میں آئی۔ پرتھوی راج سرساکے بربادی کا حکم دے رہا تھا۔ رانی گھوڑے پر

سوار ہو کر اس کے قریب پہنچی پر پختوی راج ایہ مت سمجھ لینا کہ ملکھان
مرگیا میں اسکی رانی اب تک باقی ہوں۔ جب تک مجھ میں جان ہے۔ تمہاری
طاقت نہیں ہے کہ سرساکو پر باد کر سکو۔ اگر تمہت رکھتے ہو۔ تو او میرے ساتھ
کرو۔

پرختوی راج نے دیکھا موقع اور طرح کا ہے۔ اس نے اسی وقت فوج
کو کوچ کر نیکاکم ویدیا اور بالہوئس گج موئی کیساتھ بڑے کیلے دلی چلا آیا۔
جب پرختوی راج چلا گیا۔ رانی نے شوہر کی لاش کو تلاش کر لیا۔ گھوڑے
اور سوار دونوں بھالوں سے لٹکے ہوئے برآمد ہوئے۔ رانی نے مردہ لاش کو
دیکھ کر کہا "ملکھان! تم مکر و فریب سے مارے گئے پیچھے فتح تم کو نصیب ہوئی
تمہارا ملک دشمن بری طرح سے مارا جائیگا۔ اور اب اسکو دنیا میں جہنم ہوگا
گہو تر اگھوڑے کو دیکھ کر رانی کی آنکھ سے آنسو جاری ہوئے۔ اسے وفات دار
جانور اتنے موت و زندگی میں اپنے مالک کا ساتھ دیا۔ بچے سے زیادہ خوش
نصیب کون ہے! میں اب تک جیتی ہوں۔ مگر توجھ سے پہلے اپنے مالک
کی خدمت میں آج گیا۔

رانی کی باتیں سن کر تمام سرساکے رونے لگے۔ ہر چار طرف ماتم کی
صدائل سے آسمان گونج اٹھا۔ درو دیوار سے یاس برسنے لگی۔ ایک
گج ہوئی تھی جبکہ طائرین نہیں معلوم ہوتا تھا۔ لوگ کہنے لگے اس پرست
چڑھ گیا ہے اور اس کا حکم پا کر آدمیوں نے جہنم کی چتیا تیار کر دی۔
جب چتیا تیار ہو گئی۔ رانی نے سات مرتبہ اس کی پرکرائی اور تب
شوہر کی لاش کو گود میں رکھ کر جلنے کے لئے تیار ہو بیٹھی۔
بھائی بند۔ خوین و اقارب اور سرساکے تمام رہنے والے اس نظارہ
کے دیکھنے کے لئے آد گرد گھڑے ہو گئے۔ سب کی آنکھوں سے آنسوؤں
کا سلسلہ جاری تھا۔

ایک سوال گیت

مہوبے پر چڑھائی

جب تک پیتا آدمی کا خون نہیں چاٹتا تب ہی تک خیریت رہتی ہے جہاں
ایک مرتبہ اس نے انسان کا خون پی لیا۔ پھر وہ کسی اور جالور کی تلاش نہیں
کرتا پر تھوڑی راج نے ملکھان پر کیا فتح پائی کہ اب اس کو مہوبے کے غارت
کرنے کا خیال آیا۔

اس نے کیرتی ساگریں آکر اپنا خیمہ قائم کیا۔ اور مہوبے کو لڑائی کے لئے
لکارا۔

مہوبے کی حالت تباہ تھی۔ کس کو ہمت تھی کہ پتھورا کا مقابلہ کرتا !
سب کا جی چھوٹ گیا تھا۔ سب کہنے لگے۔ اگر آج اٹھا ہوتا تو راجوت
کیسے خوشی کے ساتھ دشمن کے مقابلہ کے لئے جاتے۔ کون شخص تھا جو اٹھتا۔
اول ملکھان اور دیو اسٹھ کا مقابلہ کرتا۔ اب کسی کو اتنی جی ہمت نہیں
ہے۔ کہ پر تھوڑی راج کے مقابلہ کے لئے اٹھ کھڑا ہو۔

رائی ملہن دیوبی دل میں ہنایت پریشان تھی۔ یا تو وہ زمانہ تھا جب

لے چند باروٹ کے پر تھوڑی راج را سائے کے نوستہ واقعات اور آٹھا کھنڈ کے
حالات میں سخت اختلافات ہیں۔ تاہم ان کا نفس مطلب ایک ہے۔ اس لئے ہم
نے حتی الوسع دونوں سے بیانات، خد کئے ہیں۔ آٹھا کھنڈ میں لکھا ہے۔ کہ کیرتی
ساگر لڑائی میں اول جوگی کا لباس پہن کر لڑنے آیا تھا۔ مگر چند کی تواریخ میں
پتہ نہیں ہے۔ اور چونکہ وہ زیادہ مقبرہ ہے۔ اسلئے اس کا بیان یہاں داخل کیا جائیگا۔

او دل سنگھ نے کتنے ملک فتح کر کے موبے میں بلا لئے تھے۔ یا اب ایسی حالت ہو گئی کہ دشمن لڑائی کے لئے لگا کر رہا ہے اور کوئی اس کے سامنے جانے کی ہمت نہیں کرتا۔

جب پرتھی راج نے کیرتی ساگر میں آکر اپنا جہنڈا گاڑ دیا۔ چند بار وٹ چٹیت سفیر موبے میں آیا۔ پر حال عزت اور عظیم سے ایسے ساتھ پیش آیا کہ چند نے پر حال سے کہا "ہمارا راج ادلی پت اپنی بیختری کا بدلہ لینے کیلئے آئے ہوئے ہیں یا تو آپ میدان میں حل کر ان کے ساتھ لڑائی کریں۔ یا موبے کی بجائی۔ پارس پتھر اور شاہزادی چند راوی کو دے کر صلح کر لیں۔"

پر ہمال نے کچھ دیر غور کیا۔ پھر کہنے لگا "تم جاؤ۔ اسکا جواب ہم تجھے سے چھوڑے گا۔ جب چند چلا گیا۔ راجہ کے وزیر و امیر دربار میں آئے۔ رانی ملہن دیوی اور اسکی شاہزادی چند راوی بھی موجود تھیں۔ راجہ نے سب سے مخاطب ہو کر "دلی پت آمادہ جنگ ہے۔ اس نے پیغام بھیجا ہے کہ یا تو لڑو۔ یا اس کے شرطوں کو منظور کرو۔ آپ لوگ کیا رائے دیتے ہو؟"

مختلف آدمیوں کی مختلف رائیں ہوئیں۔ کسی نے کہا "آج کوئی پریتوی راج کے مقابلہ کا آدمی دنیا میں نہیں ہے۔ بہتر ہے۔ اس سے صلح کر لو۔ کسی نے رائے دی۔ اس طرح اسکی شرطوں کے قبول کر لینے سے موبہ کی سخت بے عزتی ہوگی۔ مگر یہ بات کسی کی زبان سے نہ نکلی۔ کہ میدان میں چل کر اس کا سامنا کرے؟"

چند راوی راجہ کی رائے نے کہا "میرا بھائی برہما سنگھ ایشور کی کریا سے دلیر اور عالی ہمت ہے۔ اس کو لڑنے کے لئے بھیج دو۔ اس طرح پریتوی راج کی غلامی منظور کرنی راجہ توں کی شان کے برخلاف ہے۔"

ملہن دیوی اپنی لڑکی کی طرف دیکھ کر کہنے لگی "بیٹی! تو کیا کہہ رہی ہے کیا برہما اکیلا پریتوی راج کا مقابلہ کر سکتا ہے! اگر آج اوہل ہوتا تو اس

کے جانے میں مضائقہ نہ تھا۔ میں اکیلے کبھی اسکو نہ جانے دوں گی۔
 برہما بھی سمجھا میں موجود تھا۔ اس نے ماں سے مخاطب ہو کر کہا: "ماتا!
 راجپوتنی صرف لڑائی کے لئے اولاد جتنی ہے۔ کشتیری دنیا میں سکھ کرنے کیلئے
 نہیں آتا۔ اسکی خواہنگاہ تلوار کی باڑہ پر رستی ہے تو کچھ فکر نہ کر میں کیرتی ساگر
 میں جا کر دشمن سے لڑو لگا۔ اگر مر گیا تو پیچھے کیرتی (ایک نانی) اچھوڑ
 جاؤ لگا۔ اور اگر فقیہا ہو تو پھر کیا کہنا ہے؟

ملن دیوی اس پر راضی نہیں تھی۔ آخر جب اود کشتریوں نے اسکو
 سمجھایا تب اس نے بہ وقت تمام اس کو میدان میں جانے کی رائے دی۔
 برہما موبے کی فوج لیکر لڑنے آیا۔ اس میں شک نہیں وہ کئی
 دن بڑی دلیری سے لڑتا رہا۔ ہر موقعہ پر دشمنوں کے دانت کھٹے کئے۔ مگر
 ہاتھی اور چھری لڑائی کب تک قائم رہ سکتی ہے! کیرتی ساگر دن تال و غیرہ
 مقامات پر اسکو سخت زک اٹھاتی پڑی۔ جب چنیل مجبور ہو گئے۔ پریمال
 نے وزیروں کی صلاح سے کرپتھوی راج کے پاس اپنا قاصد روانہ
 کیا۔ کہ اس سے لڑائی کی ہمت طلب کرے۔

کرپتھوی راج ابھی پٹناراج ندی کے آس پار تھا کہ یہ قاصد پہنچا
 جب عزت و اہم روکھا یہ چوہان ہمارا راج کے سامنے پیش کیا گیا۔
 چنیل کا خط دینے کے بعد اس نے کہا: بہ حیثیت بچے راجپوتوں کے آپکو
 ہماری کمزوری کا فائدہ نہ اٹھانا چاہیے۔ ہم آپ سے کچھ دنوں کی دولت
 مانگتے ہیں جب تک ہمارے جلاوطن شدہ سردار آج اور اودل قنبر راج
 سے واپس آئیں تب تک آپ لڑائی ملتوی رکھئے۔

کرپتھوی راج نے اس درخواست کو منظور کر لیا۔ اور جب قاصد
 نے پیچھے پھیری چوہان ملراج نے اپنے دوست چند باروٹ سے جو مہلی
 کا بھاٹ اور مہندی کے پینے رزمناہر کا معصفت ہوا ہے۔ مخاطب ہو کر

پوچھا چند تو جانتا ہے بنا فرکیوں جلا وطن کئے گئے تھے۔ اور کس قصور کے الزام میں انکو یہ سزا دی گئی تھی؟ چند نے اس کے جواب میں اس طرح عرض کیا ہمارا جلاوطنی بنا فراسی چین جات میں چندیلوں کی قوت کا سرواڑ تھا۔ جب صحر وہ رخ کرتا تھا فتح اس کا کارب چومتی تھی ایک مرتبہ ایسا واقعہ ہوا کہ مہوبا کے حکمران نے گوندوں کے مقابلہ میں شکست فاش کھائی۔ ویسارج ساتھ نہیں تھا۔ جب اس نے سنا کہ چندیلوں کی عزت جنگی گوندوں نے خاک میں ملا دی وہ برسم بلخار میدان میں آ پہنچا۔ دشمنوں کو لوہے کے چنے چبوائے ان کے قلعہ کو فتح کر کے مہوبا کی عملداری میں ملا لیا۔ اور گوند سرواڑ کے سر کو تلوار سے کاٹ کر چندیل ہمارا ج کے قدموں پر کھدیا پر مال جب فتحیابی کیساتھ مہوبا واپس آیا۔ اس نے ویسارج کی عزت افزائی کے خیال سے اس کے لڑکوں کو چھاتی سے لگایا۔ اور لڑکوں کو خلعت و جاگیریں عطا فرمائیں۔ دیوی مہوبا کی رانی اپنے اور اس کے لڑکوں کے درمیان کوئی تمیز نہیں کرتی تھی۔ جب ویسارج نے وفات پائی۔ آٹھا کا بھڑکے قلعہ میں بیٹھت جاگیر دار رہتا تھا۔ اتفاق سے پر مال کا گزر کا بھڑکے طرف ہوا۔ اس نے آٹھا کے تیز رفتار گھوڑی کو دیکھ کر پسند کیا مگر آٹھا کو دینے سے انکار تھا۔ پر مال ویسارج کی خدمات بالکل بھول چکا تھا غصہ کی حالت میں اس نے بنا فر کو جلا وطنی کا حکم سنایا۔ اور مظلوم آٹھا او دل نے خاموشی و سکوت سے اپنے وطن کو خیر باد کہا۔ مگر جاتے جاتے پر ہار سردار کے علاقہ کو تاخت و تاراج کر ڈالا۔ کیونکہ اسی کے استعلاک سے انکو جلا وطنی کی سزا دی گئی تھی۔ بنا فر قوت چلے گئے۔ ان کی ماں دیول دیوی بھی ساتھ ہے اور ہمارا ج بے چند نے ان کو جاگیریں گاؤں وغیرہ عطا کئے ہیں۔

پائیسوال گیت

آٹھا کی طلبی !

جب چند یوں کا بھاٹ پر پتھوی راج کی منظوری لیکر واپس آیا۔ ملن دیوی نے بھری سنجایاں اپنے بھلے اور زبردست مدبر جگنناٹک کو بتوایا۔ جب وہ آگیا۔ ملن دیوی نے اس سے مخاطب ہو کر کہا "جگنک! آج موہے پر بلا کی گھٹائیں چھائی ہوئی ہیں۔ دشمن سر پر موجود ہے۔ ہر چار طرف سخت بریں رہی ہے۔ تو قنوج کو جا اور ہمارے سردار آگیا اور او دل کو لے آ۔" جگنک نے کہا "ہمارا بی بی کی منہ لیکر قنوج جاؤں آگیا سنگھ موہے کے محافظ تھے۔ جہاں کسی کا پسینہ گرنا تھا۔ وہ اپنا خون گرا دیتے تھے۔ راجا رعیت امیر و غریب سب ان کے اخلاق کے مدارج تھے۔ لیکن ذرا سوچتے تو سہی! جس برسات کے موسم میں لوگ پھنک کی اور ابا بیل کے لھو نسلوں کو نہیں چھپ پڑتے۔ کوئی کسی کا گھر نہیں اُجارتا۔ ایسے دنوں میں بنا فراتے کو دیش نکالا مٹوا۔ جلا وطنوں کے ساتھ شنا ہی عتاب کے خوف سے کسی نے جدر دی تک کا اظہار تک نہیں کیا۔ آج آپکو کہتی ہو۔ آگیا کو لا لاؤ۔ کاش! اگر آج ہمارے سردار موجود ہوتے تو پر پتھوی راج کو کھڑک ہو با میں آنے کی جرات ہوتی۔"

رانی کی آنکھیں ڈبڈبا آئیں۔ اس نے کہا "جگنک! جو تو کہتا ہے۔ سب سچ ہے۔ مگر قسمت میں جو لکھا رہا ہے۔ بیٹے نہیں ملتا۔ تو دنیا میں عقلمند مشہور ہے۔ کیا تو نے کبھی دیکھا ہے۔ انسان نے کبھی کرم اور کمال کی گتی پر بھی اختیار پایا ہے۔ اسے جگنک! جو ہو گیا سو ہو گیا۔ اب اس

کا خیال کرنا ہی فضول ہے۔

بیتی تباہی بیاڑے۔ آگے کی سڑے

جن جن پتھروں کا تباہی میں جیت و

تو اب دیر نہ کر سیدھا قنوج کو جتا۔ اور آگے کو بلا لا۔

جگنک نے پوچھا "میں انکو آپ کی طرف سے کیا پیغام دوں؟"

رانی نے جواب دیا "تو جا کر آگے سے کہہ دے۔ فرزند! آج موبے پر

پر وقت تنگ ہے دشمن بڑے جنگ ہے۔ سات لاکھ فوج سرحد پر اس واسطے جمع

ہے کہ موبہ کی اینٹ سے اینٹ بجا دے۔ اب کوئی نہیں رہا جو اپنے وطن کے لئے

سینہ سپرد ہو کر میدان میں جاوے۔ تم موبے میں پیدا ہوئے۔ تمہاری مٹی

موبے کی ہے۔ تمہارے رگ و ریشہ میں موبے کا خون ہے۔ موبہ تمہاری

ماتا ہے۔ اے سچا و نمند بیٹے! جلد آور اپنی کو بھی بے عزت ہونے سے بچالے۔

جگنک پھر ایک دفعہ بلا "بفرض محال اگر آگے میری نہ سنی تو میں کپ

کروں گا۔"

میں دیوی نے جواب دیا "کیا آگے کا خون سفید ہو گیا ہے جو وہ اپنی رانی

کا حکم نہ سنے گا۔ میں نے اسکو اپنی چھاتی کا دودھ پلایا ہے۔ میرا اس پر بہت کچھ

حق ہے اور پھر جب موبہ کی خلقت تباہ ہو رہی ہے وہ کیسے اپنے کانوں میں

انگلی دسے لے گا! اسے جگنک! میں کسی سچے راجپوت سے ایسی امید نہیں رکھتی

اگر اٹھا تیزی نہ سنے تو تو دیول دیوی سے کہنا۔ وقت آگیا ہے کہ کچھ کر لے

قول کا پاس ہو جس وقت تو بیاہ ہو کر آئی تھی۔ مجھ سے کیا قول و اقرار کیا تھا

آج اسکو پورا کر اور دنیا میں نیک نامی حاصل کر جگنک! دیول دیوی

کبھی تیری مدد سے انکار نہ کریگی۔ تیری زبان میں سرسوتی بستی ہے۔ جا

اپنی زبان کی آگ سے ان کے دلوں کو مشتعل کر دے تاکہ وہ یہاں فوراً

چلے آویں اور سچ آگ بن کر پتھری راج کو چھل کر خاک سیاہ

وہی۔ تو مجھ سے یہ پوچھتا ہے۔ تیرے ایسے مدبر بھی ایسے موقعوں پر صلاح اور مشورہ بھی لیا کرتے ہیں؟ جا۔ دیگر نہ مہلت کے دن مٹھوڑے رہ گئے ہیں۔

جنگلک نے سب کو نمسکار کیا۔ شانزادہ برہمن نے اپنا خاص گھوڑا اسکی سواری کے لئے دیا۔ اور خوشی خوشی سوار ہو کر وہ وہاں سے روانہ ہوا اور جلد جلد منزلیں طے کرتا ہوا قنوج میں پہنچا۔

تیسواں کیت

دیول دیوی کا غصہ

جس وقت جنگلک قنوج میں داخل ہوا۔ تمام شہر میں دھوم مچ گئی واہ واہ کیا گھوڑا ہے۔ اور کیسا اچھا سوار ہے ایسے معلوم ہوتا ہے۔ سوار اور گھوڑا دونوں ایک ہیں۔ آدمی کیا ہے۔ تصویر ہے۔ لوگ پوچھنے لگے۔ تم کون ہو اور کہاں سے آئے ہو؟ اس نے کہا میں جنگلک پرمیال کا بھائی ہوں۔ موبے سے آیا ہوں اور آلتا اور او دل کے پاس جاتا چاہتا ہوں۔ دو آدمی ان کو آلتا کے محل پہنچائے آئے۔ جب ہنر مند سواروں نے جنگلک کو دیکھا۔ وطن کی یاد نے دل کو تڑپا دیا۔ وطن سے ہنر اور مبارک ترکوں سی جگہ ہوتی ہے۔ آدمی پردیس میں ہنر و عزت حاصل کرے۔ ہزار دو لکھ مند ہو جائے مگر وطن کی لدا گری۔ غیر ملک کی دو لکھ مندی سے ہنر و درجہ بہتر ہے۔ ہو یا اپنا ملک بہادروں کو چھو لانا ہوا تھا۔ جنگلک کی شکل و صورت نے اسکی یاد دلائی۔

دیول دیوی۔ آتا اور اول سب نے ملکر جنگ سے راجہ رانی اور
 ہوئے کے سرداروں کی خیریت پوچھی۔
 جنگ نے موقع دیکھ کر جواب دیا۔ "اے بنا فرسوار! تم ہو یا کاحال کیا
 پوچھتے ہو۔ جیب سے تم چلے آئے ہو۔ ہو یا کی حالت بدل گئی۔ گویا تم ہو یا کی جان
 تھے۔ نہ اب ہمیں وہ رونق ہے۔ نہ چل بہل ہے تمہاری جلا وطنی کی خبر یا کر
 اور میدان کو خالی دیکھ کر پتھوی راج چوہان چڑھ آیا ہے۔ مدن ٹال میں اسکا
 خیمہ گڑا ہوا ہے۔ ہتھیار چندل لڑ کر قتل ہوئے۔ سر کا قلعہ چوہان نے برباد
 کر کے لوٹ لیا۔ چندل کی فوج قمارت ہو گئی۔ برہما شاہزادہ زخمی ہو کر نکس
 بن گیا۔ اس حالت کو دیکھ کر ملین دیتی نے مجھ کو تمہارے پاس بھیجا ہے۔ کہ
 تم جلد وطن کو واپس چلو۔ اور اسکی حفاظت کا انتظام کرو۔ ہو یا تمہارے
 بغیر سردار بھر رہا ہے۔ ملین دیتی کی آنکھوں سے ہر وقت آنسو جاری رہتے
 ہیں۔ وہ تم کو اپنے بچوں کی طرح سمجھتی ہے۔ تم اسکے پیار محبت کو جانتے ہو۔
 اسکی آنکھ تمہاری طرف مچی ہوئی ہے۔ سب قنوج کی طرف دیکھ رہے ہیں
 اسے بنا فرما میں تم کو لینے کے لئے آیا ہوں۔ اٹھو چلو۔ ہو یا کی مدد کرو۔"

المدد موقع مدد کا ہے یہ اسے بادِ مراد

دوبتی ہے اپنی کشتی ناخدا ملتا نہیں

آتا نے جنگ کی بات سن کر جواب دیا۔ "ہم کو اب ہو یا خواہ چندل راجہ
 سے کیا تعلق ہے۔ ہم بے قصور جلا وطن کئے گئے۔ ہمارا باپ ہو یا تھے لئے چان
 سے مارا گیا۔ ہم نے چندل کے لئے کیا کیا نہیں کیا یہیبتیں سہیں۔ تکلیفیں
 اٹھائیں۔ سختیاں جھیلیں مگر جس راج میں قدر وانی کا یہ حال ہو لوگ بلا قصور
 جلا وطن کئے جائیں۔ اسے جنگ با لوتا دے ہم اس سے کیا امید رکھیں۔
 جنگ نے کہا "کشری کا دھرم یہ ہے۔ کہ وہ راج بھگت ہو۔ راج
 کے لئے اپنی جان دے۔ اسکو صرف کرم کرنے کا حق ہے۔ اگر وہ الغام کا

طالب ہے تو کیا وہ دلیروں جو اندروں میں کشتری کہلائے گا؟
 آہلنے جواب دیا "اے جنگلک! میں انعام نہیں چاہتا۔ تو جانتا ہے۔
 ہمارے سر مہوبکے ستون تھے۔ ہم جاووں کو زیر کیا۔ ہنڈوں کو غارت کیا۔
 کیٹھکے میدان میں چیلوں کا چھنڈا کھڑا کر دیا۔ سلطان شہاب الدین کی فوج
 ہمارے سامنے سے بھاگ گئی۔ کیا تک ہم نے چنیل کا قبضہ کر دیا۔ ریوان کو
 موبے میں ملا لیا۔ انٹرویو دیس آگ لگا دی۔ میوات کے قبضوں کو زمین دوز
 کر دیا۔ دلیر راج نے کتنے راجاؤں سے خراج وصول کیا۔ میں سات مرتبہ
 جان جو غم میں پڑ کر سر رکھ چنیل کے لئے لڑا۔ چالیس لڑائیوں میں
 برابر فتحیاب رہا۔ میرا بھائی او دل سات جھوں سے پر مال کے لئے جدتیر لایا۔ میں
 اسکے خاندان کا محافظ تھا۔ مگر دیکھ مجھ کو کس طرح بے قصور محض ہاتھ پر ہار کے
 کہنے سے جلا وطن کر دیا گیا۔"

جنگلک نے کہا "جو کچھ تم نے کہا۔ سب سچ ہے۔ اس میں ذرا بھی شک نہیں
 مگر چونکہ تم مہوباکے سلطنت کے ستون ہو۔ تم کو اب بھی شکایت کر کے کا موقع
 نہیں۔ بہتر ہے۔ میرے ساتھ چلو اور مہوباکے کھیت کرو۔"

آہلنے جواب دیا "جنگلک! اب یہ مجھ سے نہ ہو سکے گا۔ جہاں میری
 بیعتنی ہوئی ہے۔ میں وہاں جانا نہیں چاہتا۔"

جنگلک بولا "کشتری! یہ کیا بات ہے۔ کیسے ممکن ہے کہ تم اس وطن
 کی محبت نہ ہو۔ اور تم کو یاد نہیں۔ پر مال کے باپ نے مرتے وقت اسکو دلیر راج
 کے سپرد کیا تھا۔ تمہارا باپ کس قدر اس سے ملطفت وزیر بار احسان تھا۔ تم
 دلیر راج کے لڑکے ہو۔ آج مصیبت کے وقت جب وہ تم کو وطن کی یاد دلانا
 ہوا بلاتا رہا ہے کیسے تم اپنے راجہ کی آواز نہ سناؤ گے؟ جو راجوت اپنے راجہ
 کو مصیبت میں چھوڑتا ہے۔ وہ نرک گامی ہے۔ اپنے باپ کی خیر خواہی
 و جان بخاری کو زندہ کرو۔ راج جنگلک کا تاج سر پر رکھو۔ تمہاری ہدایت

کے موقع پر اس نے ہزاروں خرچ کئے تھے۔ کیا تکلیف کے وقت تم سچ بچ
اسکا ساتھ نہ دو گے؟ نہ صرف راجہ بلکہ ملن دیتی تمہاری رانی بھی حکم دیتی ہے
کہ تم بلا کسی ایسا پیش کے اس کے حکم کو مانو۔ وہ دیول دیتی تمہاری ماں کو
یاد دلانی ہے کہ مویا کی یاد کرو۔ کیونکہ تمہاری ماں ہمیشہ کہا کرتی تھی کہ مویا
اور میری جان ساتھ ساتھ ہیں۔ یہ اس کا عمل ہے اور جو پرنگیا کا پالن نہیں
کرتا۔ وہ اس وقت تک میں رہتا ہے۔ جب تک سورج و چاند دنیا کو روشن
کرتے ہیں۔

بنا کر کے لڑکوں نے کچھ جواب نہیں دیا۔ دیول دیتی نے پیغام کو سنا۔
اُس نے لڑکوں سے مخاطب ہو کر کہا :-
بیٹو۔ اٹھو جیسے کہ ابھی ہاتھ لگاؤ۔
منہ تیروں کاہر سے تو کبھی منہ کو نہ موڑو۔
جس طرح کا خون آج حرفیوں کو دکھا
وحشت سے ظالم ہو بر اک فرج غلیں
جل جائیں عداؤں کی جھڑپ کی نظر آئے
تلواروں سے سوکھ کر طے اگر ہو گے گرد تم
تلواریں ہوں پاس تو ہاتھوں کے لڑو تم
کچھ ڈھال کی حاجت نہیں مشاق جہل کو
ان آٹھوں کے تار سے ہو لکھتے میرے نام
پتھروں کے ہیں یہ کام کچھ جس کی طرحی خبر
توڑی صلیں جنگ میں جب ہیبت پڑیں
راضی ہوں اگر جان جلی جلتے تو جلتے
اٹھ چھوٹا بھی غم وطن کا کرو دونوں
آہا تو ماں کی بات سن کر کانپ اٹھا مگر اول نے زور سے بہاواز بلند

کہا: ہو یا پر بلائیں نازل ہوں! ہم کیسے اس دن کو بھلا دیں جس دن ہم کو
بقیہ صور حلا وطن کیا گیا۔ ہو یا چلتے رہے یا جلتے۔ میرے لئے یکساں ہے
آج سے میرا قنوج میرا گھر ہے۔“

بیٹے کا جواب سن دیو ل کی آنکھیں غصہ سے لال لال ہو گئیں۔
”اے میں یہ کیا سن رہی ہوں۔ ایٹور انونے مجھ کو باسچھ کیوں نہیں رکھا۔
میرے لڑکھے اور راجپوت کے دھرم کو تانجلی دیں! میرے کو کھ کے جاتے اور
اپنے مصیبت زدہ راجہ کی مدد سے انکار کریں! اس قدر لفظ کی زبان
سے لکھنے پاتے تھے کہ اس پر بیچ کا پھاڑ ٹوٹ پڑا۔ اس نے آسمان کی طرف نظر اٹھا
کر کہا ”دیو! کیا انونے اسی بے عزتی کے لئے مجھے ماں کی تکلیفیں دی تھیں یہ
برائے نام کے ٹوٹانے والے متبار سے لڑکے کیسے میرے پیٹ سے پیدا ہوئے
ناخلف اولاد۔ تالایاتی لڑکوں کو اجنگ کا نام سن کر راجپوت کا دل پھیل پڑتا
ہے۔ تم راجپوت نہیں ہو۔ نہ ولیسراج سے تمہاری پیدائش ہے غفلت میں
کسی نرہل تمہارے میری دامن عصمت کو چاک کیا ہو گا۔ اور اسی کے خون
سے تم پیدا ہوئے ہو۔ سن رکھو اگر تم دہرم سے نیت ہو کر میدان سے منہ موڑتے
ہو تو میں تم کو بے مروت دیو ل اور ماں کا سرک شایہ کھجوری کے پائے بھی
زیادہ خوفناک قرار دیتا ہوں گا۔ اور تم جنم جنم کو تمہارے جین نہیں بلینا سہ
کر کے نہیں گرسر کو قدامتہ کے قدم پر پھیر کر میرے فرزند میں دونوں کی بات
جب دل ہونا راضی تو فرزند کہاتے کس کام کے دھمال جو کام آئیں ہاتھ

گر تم نے نہیں رن کی طرف گج سدا ہا

پھر رب کی قسم منہ نہ میں دیکھوں گی تمہارے

یہ کہہ کر دیو ل دیو بی خاموش ہو اٹھی۔ سنا یا تھا گیا۔ سبب یہ جو ان
سرواروں کا رنگ فوج ہو گیا ان کا چہرہ خشک ہو گیا۔ جیسے کسی نوجوان پودے
کے ٹرم تپوں پر پالا پڑتا ہے۔ آخر وہ اٹھٹھ ہاتھ جوڑ کر مال کے پاؤں کو بوسہ دیا

اور آگہا نے اول سے مخاطب ہو کر کہا :-

بھائی اٹھو نہیں اب دیر کی جا ہے مہلا
فیض پاتا ہے جیسے ل کی دُعا ہوتی ہے
پاؤں یہ وہ ہیں کہ ان پاؤں کو جو پاؤں تھے
چلو اب بیروں سے بچو شمشیر میں
حل کے جس راج کی ہمت کو دکھا دو بھائی
غم نہیں کام اگر جنگ میں دونوں آجائیں
نام کر جاؤ یہ موقع ہے غنیمت بھائی
دونوں نوجوان سستے ہیں جس وقت ہم مہو با کے لئے لڑا کر رہ جائیں گے جب اہل سے
جسم زخموں سے چھلنی ہو جائیگی جب ہمارے سر میدان میں گیند کی طرح لڑھکنے
لگیں گے جب ہم لڑنے والوں سے کشتی میں غلگیر ہونگے - بہادروں کے آئین پر
چلتے ہوئے چوہان جو اندروں کے ساتھ خون میں لت پت ہونگے تب ہمارے
ماں کو خوشی ہوگی

تیسواں گیت

آٹھارہ کی دلی

جنگت نے دیکھا کہ دیول دیوی سے ایل کوئی میں کامیابی ہوئی - اس نے
دیول دیوی سے کہا رانی! تو اصلی کشتہ رانی ہے تو راج دہرم اور کشتہ رانی ہم
کو سمجھتی ہے - وقت تنگ ہے - چوہان نے صرف بارہ دن کی مہلت دی ہے
بترہوین دن اگر ہم لوگ نہ پہنچے تو مہو با ویران کر دیا جائیگا، اب یہاں

نیا وہ ٹھہرنے کی صلاح نہیں ہے۔ بہتر ہے کہ ابھی تیاری کر دی جائے۔
 دیول دیوہی نے بیٹیوں سے کہا "کام وہی درست ہے جو وقت پر کیا جائے
 اگر وقت پر علاج نہ کیا جاوے تو لا حاصل ہوتا ہے۔ اسکا کوئی نتیجہ نہیں آتا۔ جاؤ تم مہاراج
 جے چند سے ابھی رخصت ہو آؤ۔ اور جنگ تک کیساتھ ساتھ وطن کی طرف قدم اٹھاؤ۔"
 یہ سن کر دونوں دھڑکے سر جھکاتے ہوئے دیوار کی طرف چلے۔ راجہ جے چند کو
 جنگ تک کے پیچھے کی خبر پہلے سے بل چکی تھی۔ پوچھنے لگا: "کو سردار واکس نیت
 سے چلے ہو؟"

اودل نے کہا: "مہاراج! آج ملن دیوہی جاری رانی پر آفت آئی ہے چوہان
 نے سو بے پروہ چھائی کی ہے۔ حکم ہو کہ ہم وطن کو جائیں۔ اور اپنی رانی کی خدمت
 بجالائیں۔"

جے چند نے کہا: "راجہ تو اہم مبارک ہو۔ جن میں جلاوطنی میں بھی وطن کی محبت
 باقی ہے اور جو دولت اور بے عزتی اٹھا کر بھی وطن کو ہمارے ہوں۔ اسے سردار واکس
 دینا پس سچے انسان میں۔ میں بہتاری جب الوطنی اور دلش بھگتی کی تعریف کرتا ہوں
 اگر پر جمال نے آنا کو بلا بھیجا ہے۔ تو تم ضرور جاؤ۔ اور اپنے دلش کی لہج رکھ لو۔
 یہ کہہ کر راجہ نے خلعت پاکیزہ منگوا یا۔ اور آتا اودل کو خوشی سے ہنس کر رخصت کیا۔
 شاہزادہ لاکھنی سنگھ دیوار میں حاضر تھا۔ اودل نے آنکھوں سے اشارہ کیا۔ مدت
 کا وقت آگیا ہے۔ کو اب ساتھ دیتے ہو یا نہیں؟ اور شاہزادہ اسی وقت اٹھا اور جے چند
 کے پایہ تخت کو بوسہ دے کر کہنے لگا: "مہاراج! مجھ کو بھی حکم ہو رہا ہے کہ میں ان سرداروں
 کی مدد کے لئے جاؤں۔ میں نے گوا بھر کی لڑائی کے وقت اودل سے یہ کہہ دیا تھا کہ تمہارے
 حکام سے مل کر آؤ گے اور وہ اب آگیا ہے" راجہ نے کہا: "برا بھائی! بڑا ناکشہ ہی کا کام
 آتا ہے۔ تم اپنی سوتیلی بہن جیٹ پٹ رخصت ہو کر ان کے ساتھ دو یا بھلا جاؤ۔"

لاکھنی جے چند کے ارادہ کو سن کر رانی: "جی روئے گی" فرمایا: "میں لاکھنی کو ہا ہیر نہ
 جانے دوں گا۔ لاکھنی بولی: "ابک ہی لڑو کا ہے۔ کیسے اپنے معرکہ میں بائیکاٹ کو سمجھتا

ہوا۔ گیدڑوں دو پہر شور کرنے لگے۔ سورج کے کرہ میں سیاہ داغ نظر آنے لگے۔
 نکسن شیک کا رنگ فوق ہو گیا۔ خوف و ہراس اس کے دل پر غالب ہو گیا۔
 مگر آٹھانے کہا۔ یہ شگون موت کی علامات ضرور ہیں۔ مگر راجپوت کے لئے موت
 سے بہتر کیا چیز ہے؟ جس کا دھرم پر وشواس ہے جو دل کا پارک ہے۔ اس کے
 واسطے موت رنج نہیں۔ بلکہ خوشی لاتی ہے۔ راجپوت کی زندگی وقت اور
 مصیبت کی زندگی ہے۔ اسکی راہ میں گلاب نہیں۔ بلکہ گلے پھرتے ہیں
 لیکن اگر اسکی راہ میدان جنگ کی طرف گئی ہے تو وہ اور کسی بات کی بھی پرواہ
 نہیں کرتا۔ اب ہم لوگوں صرف پر مال کے خوش کر کے نکر ہونے چاہئے۔

چو بیواں گیت

بیوا کی لڑائی

جس وقت لشکر قنوج سے چل کر مویا کی طرف آ رہا تھا۔ بیواندی کے کنار
 ان کی راہ روک دی گئی۔ آٹھانے وہاں ہی حیمہ لخصب کر دیا۔ اور سرداروں
 کی سمجھا منعت کی۔ جب سب لوگ اپنی اپنی جگہ پر بیٹھ گئے۔ اوقل نے ان سے
 مخاطب ہو کر کہا۔ پریشدتی ران جنے بیواندی کے بیالیس گھنٹ روک بیٹھ
 ہیں۔ اور وہ ہم کو ندی پار جانے نہیں دیتا۔ ایسی حالت میں کیا کرنا چاہئے؟
 سرداروں نے جواب دیا۔ مویا جلد پہنچنا ضروری ہے۔ اس لئے سواروں
 کے کہ لڑائی کی پانے دوسری کوئی صورت نظر نہیں آتی۔
 آٹھانے اسی وقت پان شکوایا۔ اور ہاتھ میں پان کا بیڑا لیکر کہنے لگا۔
 "سردارو! جس کو بیواندی پر پان چبانے کی خواہش ہو وہ اٹھ کھڑا ہو۔ اٹھی

راجپوت دل میں غور ہی کر رہے تھے کہ او دل اور لاکھن ساتھ ساتھ اٹھ کھڑے ہوئے
 آگے او دل کو روک کر کہا "چھوٹے بھائی! تم صبر کرو، شکر کرو۔ لاکھن شنگ کو بیڑ لینے
 دو، وہ ہمارے سردار ہیں، ہم سب کو ان کے پیچھے چلنا ہے۔"

میرا تالسن اور دھنوا تالسی سر جھکا کر کہنے لگے "قتوں کے ولید کی دلیری کا کیا
 کہنا ہے۔ ابھی چند ہی روز ہوئے کہ شادی ہوئی ہے اور سچے کشتری نے پدمنی
 عورت کی محبت کا خیال نہیں کیا اور میدان جنگ کے لئے چلا آیا!"

لاکھن شنگ نے بیڑا اٹھا لیا۔ او دل اٹھا کر ہر کاب چلے۔ مگر لاکھن شنگ
 نے کہا: "مجھے کو کسی سردار کو ساتھ لینا منظور نہیں ہے۔ تم نہیں جانتے میں نے بھائی
 کا لڑکا اور بہن کا پوتا ہوں۔ میں کیلے اس معرکہ کو سر کر ڈنگا۔ بہتر ہے تم
 یہاں رہو۔ اور آگے کے قول کے بموجب مجھ کو دشمن کے مقابلہ کے لئے بھانے دو۔"
 لاکھن کے ساتھ قتل کے تمام سپاہی۔ ہاتھی گھوڑے ساتھ ہوئے۔ شانہ
 گھاٹ پر پہنچا۔ جتنے ہاتھی پر بھتوی راج کے وہاں تھے۔ سب کو ہانگ کر اپنی
 فوج میں بھیج دیا۔

چونڈا برہمن اس کے مقابلہ کے لئے آستین سنبھال کر آ موجود ہوا اور
 پوچھنے لگا تم کون ہو اور کہاں جا رہے ہو؟ شانہ نے جواب دیا: "ہم
 قتل کے راجہ کے لڑکے ہیں۔ آنا او دل کے ساتھ ہو بے کی سر کو جاتا رہے
 ہیں۔ ہمارے آدمیوں نے راستہ روک رکھا ہے۔ اس لئے ان کی سر کو بی
 میں نے مصالحت سمجھی۔"

براہمن نے کہا: "خیر جو کچھ ہوا سو ہوا۔ اب تم میری صلاح مانو آنا او دل
 پر مال کے نوکریں۔ ان کا ساتھ چھوڑ دو۔ اور بہ خیریت قتل واپس جاؤ۔"
 لاکھن سنسا "براہمن! تو کسی براہمن سے بات چیت کر رہا ہے۔ یا
 کشتری سے؟ کسی کشتری نے بھی کبھی آگے قدم بڑھا کر پیچھے ہٹ دیا

ہم اور خوف جان سے لڑائی کو چھوڑ دیں
دیکھا نہیں کہ شیر ترائی کو چھوڑ دیں

یہ سن کر ان کے درمیان جنگ چھیڑ گئی۔ ایک ایک کے سامنے کھڑے ہو گئے۔ دھنوا پتیلی نے اس طرح تلوار کے ہاتھ مارے کہ لاکھن بھی تعجب کرنے لگا۔ لاکھن کی طرف سے دھاندھو سید اس طرح لڑے کہ دہلی کی فوج بھاگ نکلی۔ اس کا قدم میدان میں نہ ٹھہر سکا۔ چونڈا برہمن اور لاکھن سنگھ کا مقابلہ ہوا۔ لاکھن نے ایک تلوار چلائی برہمن کا گھوڑا زمین پر آ رہا۔ وہ پیادہ پا لڑنے لگا۔ لاکھن نے کہا اب تجھ کو کیا مایں پیادہ کو مارنا اچھا نہیں ہے۔ دوسری سواری منگلے اور پھر میرے ساتھ لڑائی کر۔

جب تک اسکا ہاتھی آوے۔ لاکھن کی فوج موقع پا کر گھاٹ پر پہنچ گئی پریشوی بلج لڑائی کی خبر پا کر خود ہاتھی پر سوار ہو کر لڑنے آیا۔ اقداس کے آسے ہی دونوں فوج میں ایک قسم کا شور مچ گیا۔ لاکھن نے سید دھنواں راج نبودھاکے بارہ شانزادوں و گاہنجر کے چار را جاؤں کو مخاطب کر کے کہا: "دیکھو! پرہتی راج خود لڑنے آیا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ ہم کو غافل پاوے اور ہماری بدنامی ہونے پاوے۔" یہ سب ہاتھ میں تلوار لیکر اس طرح دشمنوں کو مارنے لگے جس طرح دھنواں دہلی دھنوتے ہیں۔ سب کو اپنی عزت کا خیال تھا۔ گنگا کوڑیہ کاراجہ اور پورن پٹنہ والا بریاداسے بیر سنگھ اور سیر سنگھ بنارس کے سید دھاندھو اور دھنواں پتیا کے بنس گوپال رستی کاٹھا کر چنپا اور بنگال گارنگھاراجہ سب نے دل کھول کر داد شجاعت دی۔

تاہر سنگھ طعنہ کے طور پر کہنے لگا: "قنوج کی لڑکی ہم چھین لائے تھے تم میں کیا ہمت ہے جو ہمارے مقابلہ میں کھڑے ہو۔" لاکھن نے جواب دیا۔

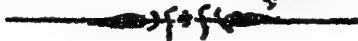
پچور چوری کرتے ہیں۔ بہادر چوروں کو دلیر نہیں سمجھتے۔ اگر تم سچو گناہ کو چور لے گئے تو اس سے کچھ ہمتاری شان نہیں بڑھ گئی۔ اگر ہمت ہے تو آؤ میرے مقابلہ میں لڑو۔

دہلی کی فوج نے بہت زور مارا۔ دونوں کی طرف کے آدمی تلواروں کے گھاٹ اترے۔ پتو اکا پانی لال ہو گیا۔ مردوں کی لاشیں پانی میں تیرنے لگیں مگر کھیت قنوج والوں کے ہاتھ مارے۔ گھاٹ پر دہلی کی اتنی فوج نہیں رہی تھی۔ پرتھوی راج کو پسپا ہونا پڑا۔

آہن کا خیمہ دریائے کنارسے گھاٹ سے زیادہ فاصلہ پر کھڑا تھا۔ دیول دیو بی خیمہ میں بیٹھتی تھی۔ جب اس نے دیکھا کہ ندی میں سے خون بہہ رہا ہے اس نے آہٹا کو بلا کر کہا۔ "تم لاکھن کی خبر لو لڑائی کا کیا حال ہے۔ کچھ معاملہ نہیں ہوتا۔ اشیور نہ کرے اگر کہیں لاکھن مارا گیا تو پھر ہم قنوج والوں کو کیا منہ دکھائیں گے۔"

آہٹا نے کہا "گھبراؤ نہیں۔ ہمارے پاسوں لمحہ لمحہ کی خبر پہنچا رہی ہے اب تک کھیت لاکھن سنگھ کے ہاتھ ہے۔ شہزادہ کو لڑنے دو۔ پہلا مورچہ ہے۔ اسے میں اوقل بنچا اور کہنے لگا۔ شاہزادہ نے فتح پانی دشمن پسپا ہونے لگا گھاٹ صاف ہے۔ حکم ہو کہ لشکر ابھی کوئٹہ کو ہے۔"

آٹھانے اسی وقت کوئٹہ کے باجے بجوا دیئے اور دم کے دم میں تمام فوج مسلح ہو کر گھاٹ پر پہنچی اور دریا پار کر کے موہے کی طرف چل نکلے۔



چھبیسواں کیت

مہوبائیں آمد

جب مہوبائے لوگوں نے سنا کہ آلتا اول بہت بڑی فوج لیکر قنوج سے آرہے ہیں۔ سب کی جان میں جان آئی۔ برہمانیوں کو لیونگیاں کے لئے کئی کوس آگے آیا۔ آلتا اول اور لاکھن سب اس سے بخلگیر ہوتے۔ برہمانے آلتا سے مخاطب ہو کر کہا۔ "داوا! جس روز سے تم گئے ہو۔ مہوبائے مائمی لباس پس رکھا تھا۔ تم کیا آئے۔ اسکو نئی زندگی مل گئی۔ اب حکم دو۔ کہ ہم راجا کو جا کر آپ کے منے کی خبر سنائیں۔"

اور جب برہمانے منہ دیوہی اور پرمال کو آلتا کی خبر سنائی۔ انہی جان میں جان آئی۔ حکم دیا۔ سارا شہر بنا فروں کے آئے کی خوشی میں آ رہے تھے۔ کیا جاتے۔ تمام بازار اور چوڑیوں کی از سر نو صفائی ہوئی۔ محلوں میں منڈیاں دیا باہر سے گئے۔ پچاس گولہ پروٹھی کا مقبول انجام کیا گیا۔ اور جس وقت آلتا اول۔ لاکھن وغیرہ گھوڑوں پر اور دیول۔ سوٹوا۔ بھپو۔ چتر۔ کچیا وغیرہ پانکیوں پر سوار ہو کر شہر میں داخل ہوئے۔ جا بجا کوٹھوں پر سے ان پر بھولوں کی برشا ہونے لگی۔ سرچہا ر طرف خوشی کے شادیانے بکنے لگے اور ہر جگہ دس بیس عورتیں بل بلکر ان سرداروں کی واپسی پر مشکل راگ میں سوہانے گیت گاتے لگیں۔

آلتا خوشی کے اس اظہار کو دیکھ کر اپنی جلاوطنی کی مصیبت کو بھول

گیا۔ اسکی آنکھوں سے آنسو جاری ہوتے اور وہ جب وطن و دین بھگتی کے خیال سے مہربا کے در و دیواروں کی طرف تعظیم سے اپنا سر جھکا تا تھا شاہی محل کی جانب چلا گیا۔

چندیل ان کے استقبال کے لئے محل سے باہر نکلا۔ اور فرط محبت سے بھلیکھ ہو کر مہربا کے ہمارانی ملن دیہی۔ دیول دیہی سے ملی۔ آخر الذکر نے مہربا سے ملنے کے رانی کی تعظیم کی اور اس کے ساتھ شہر میں داخل ہوئی۔ یہاں نہیں اسے تحفہ تحالیف دیئے گئے۔ رانی نے ایسے جواہرات بخشے جنکی چمک و شکوہ دیکھ کر آنکھوں کو خیرگی ہوئی تھی۔ ملکہ نے آنا کو بلا بھیجا اور جب وہ آکر رانی کے سامنے گھٹنا ٹیک کر تعظیم سے گھڑا تو ملن دیہی اپنا ہاتھ اس کے سر پر رکھا اور آسپس (دعا) دی۔ اور ایک تھال موتوں سے بھر کر اس کے سر پر سے نوچھا اور کر کے براہمن اور اس کے ساتھیوں کے درمیان تقسیم کر دیا۔ آگیا کا دل رانی کے سلوک کو دیکھ کر ٹھیرا یا۔ اس نے ہاتھ جوڑ کر کہا "ماتا! یہ سر آپ کا ہے جب تک دم میں دم ہے۔ تیغ سے بھالے سے ہاتھ سے پاؤں سے اور سر سے مہربا کے دشمنوں کو یا مال کر و لگا۔ اور دنیا دیکھے گی۔ بنا فر کے لڑا کے اپنے آقا کے لئے کس طرح جان دیتے ہیں یہ قسمت بری تھی ہم تھے ہوتے آپ سے جدا لائی ہے آج بخت کہ قدموں پہ ہوں فلان تاج ہم آپ ہیں دل و جاں ہے آپکا جو حکم ہو بتائیے لائیں اسے سب

شہادی ہو یا کہ غم ہو شریک ثواب ہیں
ہم ہر طرح سے تاج حکم جناب ہیں

ملن دیہی نے جواب دیا کہ میں کیا کہوں مہربا ہے اس بخت بدجا اب نہیں ہے کوئی جسے ہو وطن یا سب مرے کسی کو نہیں ہے کسی کی اس سب کی زبان و لب پہ ہے جاری کلام یا ہے کون آج جو ہو مہربا کے دھیان میں

بچ ہے کسی کا کون ہو اسے جہان میں
 باقی نہیں ہے کوئی تو بس آپ جاتیے
 ہاں آج راجپوتی کا جو سر دکھائیے
 دشمن کو قتل کر کے لہو میں ہنسیے
 آمادہ ہر جنگ ہو ہنگام جنگ ہے
 بیچن دہل ہے حوصلہ عبرت رنگ ہے
 اب تم وطن کو دیکھو کسی کا نہ غم کرو
 نیزے پہ نیزے مارو ستم پر ستم کرو
 بر چٹھی اٹھاؤ تختوں میں مغیض غم کرو
 دشمن کے سر کو جسم کو یکدم قلم کرو
 عزت رکھو مہوبہ کی تم اس کی جان ہو
 "بٹھے کی لالچ" نام خدا تم جوان ہو
 وقت ایسا آگیا ہے میں کہتی ہوں سیر
 وقت ایسا آگیا ہے میں کہتی ہوں سیر
 وقت ایسا آگیا ہے میں کہتی ہوں سیر
 دشمن کو زیر کر کے مہوبہ کو تم بچاؤ
 سوکھی ہوئی لبوں پر میری بان آئی ہے
 اسے نور چشم لالچ رکھو اب دہائی ہے
 آہٹا نہ رانی کے پاؤں کو بوسہ دیا۔ اور پھر لپٹیں دلایا کہ میں دلیر لڑ
 کے قدیم خدات کے تازہ کونے میں ذرا بخی دیر لے نہ کروں گا

سنا پھسواں گیت

یاد دھانی اور جنگ کی تیاری

پر قصوی راج اپنے دربار میں مہیا ہوا ہے۔ چند اس کا شاعر یاد دھانی
 کرتے ہوئے کہتا ہے :-

”حاراج مہلت کے دن گذر گئے۔ اب چندیل سے میدان میں آنے یا
 دھوپ کے چھوٹنے کی درخواست کرنی چاہتے۔ چند کی شریک پر پر مال کے
 پاس خط بھیجا گیا۔ جس میں لکھا گیا ”لڑائی کی ابتدا آپ کی طرف سے ہوئی
 ہے۔ نہ آپ ہمارے زخمی آدمیوں کو قتل کرتے نہ ہم اشتقاق کے لئے قوحکشی
 کرتے۔ آپ کی درخواست پر جنگ بھی ملتوی کی گئی تھی۔ مہلت کو گذرت ہوئے
 سات دن ہو گئے اور اگرچہ آپ کی مدد کے لئے لوگ تخرج سے آگئے ہیں مگر
 سنگھ ناو کی صدا گوشزد نہیں ہوئی۔ ہم مشقہ می کرتی مصلحت نہیں سمجھی
 اب صرف دو باتوں کی طرف اپنی توجہ منسلک کرانی جاتی ہے۔ اگر لڑائی منظور
 ہے تو فہمنا میں میدان میں آجائیں جو کال میں گوتے ”اگر نہیں تو دہلی کی اطاعت
 کیجئے اور دھوپ کے قلعہ کی بجائی حوالہ کر دیجئے۔“

پرانی نے سفارت نامہ کے مضمون کو پڑھا۔ وہ دل مایوس تھا لیکن چندیل
 سرداروں کو بلا کر اسنے انکے سامنے جوہان کے راجی سے کہا اتوار کے دن
 مہینہ کی پہلی تاریخ کو ہم آپ سے میدان میں ”خم ٹھونک کر بیٹھ گئے۔“
 لشکر وارس کے دن پر قحوی راج نے سنگھ بجاادی اور نقارہ بزمین دفعہ
 چوب کی ضرب لگا کر اس نے اعلان کرایا۔ کہ مہلت کی مہیا و گزر رہی۔ جھنڈا
 بلند کیا گیا اور جوہان سردار اس کے ارد گرد اکٹھے ہو گئے۔ اور لڑائی
 کی خوشی میں تن بدن میں پھوسے نہیں سماتے تھے۔ ان کے جسم پر خوشبو و آئینل
 واپٹن کی مالش کی گئی۔ بدن پر عطر ملا گیا سنگھ کی آواز سے دہرہ یوار گونج اٹھا
 اب ہم دھوپ کی طرف آتے ہیں۔ سارے سردار آخری طور پر اور قحوی مہلت کے لئے
 مشورہ کر رہے ہیں۔ سب خاموش بیٹھے ہیں۔ رانی سلسلہ گفتگو کے چھڑنے کی نیت
 سے دیول دیہی سے مخاطب ہو کر کہتی ہے ”اے آہن کی مال! اشنہ شاہ عالم۔
 (پر قحوی راج) کے مقابلہ میں ہم کو کیسے فتح حاصل ہو۔ اگر شکست ہوئی تو
 دھوپ کیلئے خیریت نہیں ہے۔ اگر ہم خراج دیتے ہیں۔ تو آزادی جاتی ہے

اور راجپوتوں کی عزت کو مضرب لگتا ہے "دیول دیوی رانی کی بات سنکر سرداروں نے مخاطب ہو کر پوچھتی ہے میرے شوہر کو آپ کیا کہتے ہو؟ اور تب الہا کھڑے ہو کر جواب دیتا ہے اے نیک مال! کو اپنے بیٹے کی بات سن۔ جو تو آسانی و نفسانی عیش کے خیال کو چھوڑ کر شاہی و فلواری کا دم بھرتا ہے۔ وہی سچا راجپوت اور اصلی انسان ہے میں سرکھن پر مل کی خدمت کے لئے حاضر ہوں۔ مجھے اور کسی بات کا خیال نہیں ہے۔ جہاں تک ہمت و شجاعت سے تعلق ہے۔ کسی کو دلیرانہ ج کے لڑکوں کی شکایت کا موقع نہیں ملے گا۔ بیابان استری اگر زندہ رہی تو اپنے آپ کو پاروتی کا اذکار ثابت کرے گی۔ سانہر کے لڑکے میرے ہاتھ سے زندہ بچ کر نہ جائیں گے میں اپنے باپ داداؤں کا نام روشن کر دوں گا اور خود بھی زندہ جاوید ہوں گا۔ کمانا مل میں دیول دیوی کی عزت تیرے سپرد کرتا ہوں گا

راتی نے کہا "چوہان کے لڑکے سردار میسر کی طرح خوفناک اور تعداد میں زیادہ ہیں۔ ہمارے پاس جمعیت کم ہے۔ کیوں نہ خراج دیکر دیو یا کو الین؟ اس بھڑکے کو سن کر اودل کے تلواروں میں آگ لگ گئی۔ اس نے رانی کی طرف مخاطب ہو کر کہا "اس وقت آپ کی عقل کہاں چلی گئی تھی۔ جب بیگناہ زنجی آدمیوں کو قتل کر دیا تھا۔ اس وقت کسی نے میری بات نہیں مانی۔ یقین دہانی میں نے آپ معافی مانگی۔ پھر بھی اسے پر مال! جب تک ہماری جان میں جان ہے ہم آپ کے واسطے خون گرنے کو تیار ہیں۔ ہم لڑنے کیلئے مستعد ہیں اور دیکھیں افسروں کے ساتھ شادی کرانے کے خواہشمند ہیں۔"

دیول دیوی نے کہا "بیٹے! تو نے خوب کہا اب اس کے سوا اور کوئی چارہ باقی نہیں رہا۔ کہ تو دشمن کے ساتھ لڑ کر میرے دودھ کی پانی و طاقت کو دکھلا دے۔ کسانوں کی فریاد کی صدا سنتے سنتے کان بھرے ہوئے کا متکار اپنے

جھوٹوں سے باہر کئے جارہے ہیں۔ اور کون جانے اس وقت کتنے لگاؤں نہ بل
 رہے ہونگے ان کا دھواں آسمان پر اٹھ رہا ہے۔ نیکیت بنجر کئے جارہے ہیں۔
 پادوں طرف تباہی تباہی مچی ہوئی ہے۔ لیکن یہ مال نے جواب دیا۔ نیلچہ
 سامنے ہے کل ہم کیسے دشمن کا مقابلہ کریں؟ آہا کی تیوری بدل گئی۔ اس
 نے راجہ کی طرف رخ کر کے کہا۔ جو رعیت کی مصیبت کو دیکھ کر اس کے دھڑکنے
 کی فکر نہیں سوچتا۔ وہ راجپوت نہیں ہے جو غنیم کے حملہ کے وقت خوف سے جان
 چڑا لے۔ کشتہ می نہیں ہے اسکا شرمیزک میں رہے گا اور اسکی روح ساٹھ
 ہزار برس تک اشناتی سے لوگوں میں بھرتی رہے گی۔ لیکن جو بانکا لڑا کا اپنا
 دہرم بچا لائے۔ سورج لوک میں دخل پاو لگا اور اسکی نیکنامی حشرہ بیگی
 بیب مکان وقتبے جل رہے ہیں۔ ہم کیسے خاموش بیٹھ سکتے ہیں؟
 بزدلی اور ظلم ساٹھ ساٹھ رہتے ہیں۔ بھائیوں کی تقریر نے پر مال پر اثر نہیں
 کیا اور نہ اسکو جوش آیا۔ وہ اپنی رانی کے پاس گیا اور واویلا کرنے لگا۔ ملہن
 دینی نے کہا تم کیسے مرد ہو۔ دیکھو شجاع چندیل کس خوشی سے آج موت ہم خوش
 ہوئے کیلئے جارہے ہیں۔ جاؤ لڑو اور اپنی فوج کو میدان میں قائم کرو ہمارو
 نے آخری دفعہ اپنی پیاری بیویوں کو گلے لگایا۔ اور انکو بہشت میں ملنے کی
 بشارت دی۔ بہنوں نے بھائیوں کے بدن پر بھٹیاری سجائے اور ہاتھ میں
 تلوار دیکر کہا بھیرا آج تھادی بھیرا دکھانے کے دن ہیں۔ جو قدم پڑے
 آگے پڑے یا تو دشمنوں کو فتح کر کے آؤ۔ یا راجپوتوں کے دہرم پر قائم رہتے
 ہوتے سیدھے سورگ وہام کو چلو۔ ماتاؤں نے مسکرا کر اپنے اپنے لڑکوں
 کو کہا آج ہی کے لئے ہم تم کو نو مہینہ پیٹ میں رکھا تھا۔ جاؤ ہمارے
 دودھ کو سچل کرو۔ اور اپنے باپ کا نام روشن کرو۔ بتا فرنے او دل

۱۲ یہ خیال غالباً مسلمان مذہب سے لیا گیا ہوگا

اور اقل کو بلا کر کہا "لو اب میں جانا ہوں۔ ویسٹرن کافون اور دیول دیٹی کا دودھ چوش
 پر ہے رکھیں کون مجھے سانسے کھڑا ہوتا ہے؟ او دل نے کہا مبارک ہے یہ ارادہ ابراہیم کرنا
 (خیر) بھی والے سا بنہر کی آنکھ کو اندھی بنا دیگی۔ اور وہ میرے سانسے سے بھاگ کر کہاں
 جا سکتا ہے۔" دیول دیٹی نے رخصت کر کے وقت بچوں سے کہا۔ جاؤ بیٹو! تم کا پاس کرو
 اگر تم اپنے راجہ کے لئے قتل کے میاؤ گے تو یاد رکھو جتنی تلخ تمہارے سر پر ہوگا۔ دیول دیٹی
 کے چپ ہونے ہی دونوں بھائیوں کی بیویاں سوناوہینو ایکٹ بان ہو کر بولیں "کون کی رخت
 عورت اپنے شوہر کے بعد دنیا میں زندہ رہنا چاہتی ہے میدان میں کام آئے ہوئے بہادر
 کی بیویاں اگر مر ت لوک میں ہیں گی تو اسکو سکھ نہیں ملیگا اور وہ چڑیلوں کی طرح جنگل و
 میدان میں گھومتی پھرنیگی۔ آپ چلو ہم بھی پاک کرنے والی لگنی کی گود میں بیٹھ کر تمہارے
 ساتھ بیٹھ کر آتی ہیں۔"

اس طرح ایک ایک رخت ہو کر بہادر راجپوت باغی کی طرح جھوٹے ہوئے میدان کی طرح

اٹھائیسواں گیت

لڑائی

آتما کو شاہزادی چند راولی نے تلوار پہنائی۔ وہ مسکرا کر کہنے لگی "بیرن! جب سے
 تم نے مویا چھوڑا، جب سے ملکھانائے وفات پائی اس وقت سے کشتریوں کی ناک
 کٹ گئی۔ اگر تم اور او دل رختیا نہ آئے ہو تے تو پر پختوی راج نے مویا لٹ لیا ہوتا

لے چند بار وٹ لکھتا ہے کہ آتما لڑائی میں مارا گیا، مگر قومی روایتیں اسکے برخلاف کہتی
 ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پر پختوی راج اس کے مقابلہ سے گھبرا کر دہلی چلا گیا۔

ایسے دنے آج دون دکھایا کہ تم خیر و عافیت سے واپس آتے اور ایسے دنے مجھ کو
یہ موقع دیا کہ میں تمہاری فکر سے تلواریا بندھ رہی ہوں۔

آہستہ آہستہ چاند راولی کو ڈھارس دی اور فوج لیکر میدان میں پر پتھوی راج کیسا
لڑنے آیا۔

پر پتھوی راج بھی لڑنے کیلئے تیار تھا۔ لوہے سے لوبا بچنے لگا۔ ہیرنا فرجید ہر
جھکے تھے۔ پر سے کے پر سے صاف ہو جاتے تھے۔ ان کے ایک ایک وار میں کئی کئی
آدمی مرتے تھے۔ دھنیلے ایسے بہادر لڑاکے پہلے کہاں دیکھے تھے۔ جو سامنے آیا۔
کھیرے اور کڑھی کی طرح صاف ہو گیا۔

آہستہ کی طرح سرفروش و جان نثار بہادر کم ہوتے ہیں پر پتھوی راج
اسکی دلیری پر عین عین کرتا رہا۔ کیونکہ اسکی فوج کا بہت بڑا حصہ صرف اٹھائیس
کے ہاتھ سے مارا گیا۔

خجھر کھنڈ جو ان جو در آیا سپاہ میں گوجھپٹ کے شیر نہ آیا سپاہ میں
پھل ہوئی جیسی جدھر آیا سپاہ میں بھارت کا مہر کہ نظر آیا سپاہ میں
بجلی خدا کے قہر تھی یا جم تھی

پہلے ہی وار میں صف اول کام آئی
مہارٹھ تھے چھپو پل اول کے طرف پر کالے کپڑے پہنتے تھے ڈھانکے ہر طرف
خاطر نشان تھی کسی آفت نشان کی
انبار محققین کٹیں ہوئیں شاخیں کمان کی

نیاوت نہ تھے بدن پر کسی تیغ زن کے ہاتھ
سب تھک گئے مگر نہ تھکے صف شکن کے ہاتھ
تھا ایک ہاتھ میں مہر سوار زمین پر
رہوار کی کٹی ہوئی گردن زمین پر

سر سے عہد کے خود جہاتن سے مر جہا
شالوں سے ہاتھ ہاتھ سے تیغ دھیر جہا

سینہ سے پسلیاں تو شکم سے کمر جدا گھٹنوں سے ہر دو پاسے شجاعت انتر جلا
 ٹکڑے سے تھے عضو قطع تھا ہمارا جیسا
 عالم مرکبات میں تھا صفروں کا

(انہیں مرحوم اقتباس)
 کئی دن تک لڑائی رہی۔ طرفین کے آدمی مارے گئے۔ آخر میں دلی پت
 آہا کی بڑے نظیر شجاعت دیکھ کر پسپا ہو گیا۔ اور بہتر موقع کے انتظار و امید
 میں دلی چلا گیا۔

انٹیسواں گیت

بیلہ کا گونا اور پسلی لڑائی

نال اپنی کاروائی سے غافل نہیں تھا۔ بنا فروں کی جارہی اور دوبا کا عروج
 اسکے دل میں کڑے کی طرح کھٹکتا تھا۔ ایک دن وہ ہوباکے دیبا میں پھیر آیا۔ دو بار
 آدمیوں سے خبر اٹھا وہ پر نال کے کان میں جھک کر کہنے لگا۔ ہما ماح ! موقع
 بار بار ہاتھ نہیں آتا۔ اسوقت آپکا اقبال عروج پر ہے۔ بڑے بڑے راجا آپکے دربار
 میں بیٹھے ہیں۔ بہتر سے اس وقت آپ بیلہ کے گونے کا تذکرہ چھیڑ دیں۔ پرنسٹون
 غالباً منظور کر لیتا۔ اگر لڑائی جی ہو گئی تو آپ کے پاس اسوقت بھتیسا آدمی موجود ہیں،
 راجا نے اس حملہ کو پسند کیا اور اسی وقت پان ملکا کر بھیری سبھا میں کہا
 جس کشتری کو اپنی دلیری دکھانا ہو وہ بڑا لے لے اور دلی جا کر بیلہ گونا لے آئے
 دیر تک سب بیٹھے سوچتے تھے کسی کو تمہت نہیں ہوئی جب آدمی کے لئے سنا وہ
 دیبا میں آیا۔ اور میرا کی طرف ہاتھ لپکا یا۔ نال پر ہما سنگھ کو درخشا ہوا تھا۔ اس

نے کہا یہ بنا فرمات کہ کم صل میں۔ اگر یہ دہی گئے تو ضرور لڑائی ہوگی۔ اسلئے چونکہ تمہارا گونا ہے۔ تم کو بڑا لینا ضروری ہے۔ برہما کو مائل کی بات پسند آتی۔ اسلئے اقل کو بڑا اٹھانے سے روک دیا۔ اور خود پان سے کرکھا گیا۔

آکھا اور اول کی اس غلطی میں جو یہ غرتی ہوئی اسکا کیا بیان کیا جائے وہ لوں بنا فرمائی یا پنی ہوئے اور اسی وقت دربار سے اٹھ کر ویش ہری پور چلے گئے۔ اور انکے ساتھی لاکھن سنگھ اور سید وغیرہ وہاں سے چلے آئے۔

برہما سنگھ اسکیے فوج لیکر دلی گیا۔ مائل نے یہ پتھوی راج کو اچھی طرح بتی بڑھا رکھی تھی۔ اس نے کہا۔ ہمارا راج ایسے گونا لینے نہیں آئے۔ آپ کو چھپنے کیلئے آئے ہیں۔ چونکہ آپ مولے سے چلے آئے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں۔ دلی پت ڈرگئے۔ اس نے فوج سے کہہ کر برہما سنگھ آئے ہوئے ہیں۔

دلی پت سخت ناراض ہوا۔ چونکہ یا کو بلا کر حکم دیا جاؤ اور برہما کو پان بچیر کر کے میرے پاس لے آؤ۔ جس وقت دلی کی فوج قریب پہنچی مولے والے زور بکتر پہنکر لڑنے کے لئے تیار ہو گئے۔

جب دونوں لشکر مقابلہ پر آئے برہما نے سبکی طبیعت بہت بڑھی ہوئی تھی اس طرح ہاتھ مارا کہ جو سامنے آیا سب بھل نہ سکا۔ کئی دن لڑائی ہوئی رہی۔ مگر کوئی بھی اس پر غالب نہ آسکا۔

پتھوی راج کو سخت اندیشہ ہوا۔ وہ سوچنے لگا۔ کہ کس طرح ان چندیلوں پر فتح حاصل کی جائے۔ مائل نے صلاح دی کہ لڑائی میں برہما پر فتح پانا آسان نہیں ہے۔ میری رائے میں آپ تاسر سنگھ کو زمانہ لباس پہنا کر اور پانکی میں بچا کر مولے والوں کی فوج میں بھجی دیجئے۔ اسی طرح اور پانکیوں میں سہیلیوں کے بہانہ سپاہیوں کو زمانہ لباس میں روانہ کیجئے۔ یہ مولے والے اس کو حکمت غلطی سے گرفتار کر لیں۔ اس وقت آپکا کام بچا کر لیں۔ لڑائی نہیں ہوگی۔ پانکی ہاتھ نہ سمجھی جاتی ہے۔

پر تھوڑی راج تو راضی ہو گیا۔ مگر تاہر نے کہا چاہے کچھ بھی ہو جائے مگر میں مانہ لباس نہ پہنوں گا۔ چونڈا بہمن وہاں کھڑا تھا۔ کہنے لگا۔ میں اس کام کے لئے حاضر ہوں۔ مجھے کو حکم ہو۔ میں زمانہ لباس پہن لوں اور رگت سے برہما کو گرفتار کر لاؤں گا۔

دوسرے دن کئی سو ڈھونے تیار کئے گئے۔ جن میں بجائے عورتوں کے سپاہی سوار تھے۔ جب یہ قریب پہنچے۔ تاہر نے برہما کو کھلا بھیجا۔ تمہارے مقابلہ میں ہم کو لڑنے کی طاقت نہیں ہے۔ ہم اپنی بہن کا ڈولا لے سکتے ہیں۔ بہتر ہے۔ تم اسکو لے کر بھڑچیلے جاؤ۔ برہما سنگھ نا تجربہ کار تھا۔ وہ اکیلا ڈولوں کے پاس چلا آیا۔ تاہر سنگھ نے اشارہ کیا۔ ڈولوں میں سے راجپوت پھیل پڑے اور اس نادان لڑکے کو جواکھل قافل تھا۔ زہر کی بھی ہوئی تلواروں سے زخمی کر دیا۔ اور پانچ پتھر کر کے دہلی کے قلعہ میں بٹا پٹا۔ جب موہیے والوں نے دہلی پت کی مکاری کا واقعہ سنا سخت غصہ میں تھے۔ سرداروں میں صرف جگنک ساکت تھا۔ کہنے لگا۔ اگر میں سپا کشتری ہوں تو ابھی برہما کو چھوڑ لاؤں گا۔

یہ کہہ کر وہ سواروں کو لے دوڑا۔ سرداروں دہلی والوں کو گاجرہ مولی کی طرح کاٹ گرایا۔ اور برہما کو جو بیہوش تھا۔ اپنے ساتھ خیمہ میں لایا۔ جب برہما کو بیہوش لایا۔ اسے کہا "شکر کو کو بچ نہ کرنے دو۔ بلکہ جلدی موہیے کو خیر بھیجو۔" یہ کہہ کر زخم رسیدہ راجپوت پھر بیہوش ہو گیا۔

جب دن پوری پور میں آتے تھے۔ شانہ زادہ کے زخمی ہوئی خبر سنی۔ سب میں آگیا۔ او دل کی آنگھ سے آتش جاری ہوئے دیول۔ سولوا۔ اور چھو لھا۔ بھی رہے لگیں اور ہاتھ چٹل خور کو کو سنے لگیں جس نے ناحق شہا ہی خاندان میں لٹاق کی آگ کو بھڑکا کر اس کو برباد کر دیا۔

دہلی کے محل میں جب اگرا رانی نے داماد کے قریب لڑک ہوئی خبر سنی۔ اسکے ہوش جاگے رہے۔ بیلا تو گھبرا کر زمین پر گر پڑی اور چونڈا بہمن کو گالیاں دینے لگی جس نے زمانہ لباس پہن کر دعا و فریب سے اسکے شوہر کو

نیم سہل کر دیا۔ اس نے تاہر کو بھی لعنت ملا مت کی اور ماں کے محل سے اٹھ کر دوسرے محل میں چلی گئی۔

تیسواں گیت

دوسری لڑائی

بیلا محل کے ایک گوشہ میں بیٹھی ہوئی سوچ رہی ہے کہ کیا کرنا چاہئے۔ آخر اس نے ہاتھ میں قلم اٹھائی اور او قل سنگھ کے نام اس قسم کی چٹی لکھی۔

"بنا فرسردار! تمہاری راجپوتی پر لعنت ہے۔ تم ہمیشہ اپنی دلیری کی ڈینگ ڈالتے تھے۔ کیا تم کہہ سکتے ہو۔ اس وقت تمہارا سلوک جاڑ اور مناسب تھا؟ تم اپنے کو مرد کہتے ہو۔ مگر حقیقت یہ ہے۔ دلش راج کے گھر میں تم نامزد بزدل پیدا ہوئے۔ سمجھ میں نہیں آتا۔ تم نے کیوں کلائیوں میں چوڑیاں پہن لیں اور ایسے وقت میں جب راجپوتوں کو میدان میں کودنا اور اٹھلنا چاہئے۔ گھر میں چپکے بیٹھ رہے کہو یہ مردانگی ہے یا نہ مانہ میں ہے؟

تمہارا کھائی پر قہر سنگھ بھرجی سے زخمی پڑا ہے اور قریب المرگ ہے۔ کار و فریب نے اس کو قبل از وقت دنیا سے علیحدہ کر دیا۔ اور تم گھر بیٹھے ہو۔ دیول کیا کہتی ہوگی۔ آج اگر دلیرانہ اور بچہ راج زندہ ہوتے تو کیا برہما سنگھ اس طرح لڑ کے ہتھیارے میں چڑ کر جان دیتے؟ کاش اگر ملکھان ہی جیتا ہوتا تو وہ علی والوں کو اس طرح بدسلوکی کرنے کی جرأت ہوتی؟ کبھی نہیں۔ تم جیتے جاگتے تھے مگر وقت پر وہ کادے گئے۔ یاد رکھو۔ یہ سچ تم کو تمام عمر ستاتا رہے گا۔ اور اگر برہما مر گیا۔ تو اس کی موت کبھی تم کو چین نہ لینے دے گی۔

دیل کے تیرا تم نے کیا کیا؟ شادی تمہاری وجہ سے ہوئی تھی۔ مگر تم شازادہ کے گونے میں نہیں آئے۔ کام اچھا کیا۔ جو پورا کام نہیں کونے دنیا بیکو پر شادی نہیں کہتی لوگ کہتے ہیں آٹا او دل۔ ملکھے اور سسکے نے کلجنگ میں بہم کا اوتار دہان کیا ہے ان سے غریبوں اور مظلوموں کی مدد ہوتی ہے۔ مگر دیکھو آج انکے ہوتے ہوئے میری کیا حالت ہے اور میرا شوہر کس طرح مکر سے زخمی بن کر قریب المرگ ہو رہا ہے؟

خیر کیا کہا جائے۔ تم اپنی کرنی کو سوچو اور اگر کچھ بھی تم میں مردانگی ہے تو اپنے فرض کو یاد کرو۔ ورنہ یہ وقت بھی چلا جائیگا۔ اور پھر اور پچھتاؤ پائیگا۔ بھائی بیلا تم کو زیادہ لکھنا نہیں چاہتی۔

ایک برائے گھوڑے پر سوار ہو کر دوڑنا اور ہانپنا تو ادنیٰ سہی پور بیجا۔ بنا فرسٹر پر بھاگی موت پر آنسو بہا رہے تھے اس لیے ان کو شازادی کی چھٹی دی۔ زخم پر ٹمک چھڑکا گیا۔ دونوں لڑکے دھاریں مار مار کر روئے گئے۔ ہائے! ہم نے سب کچھ کیا آخر میں غلطی ہو گئی۔

قسمت پر اس مسافر بیگیس کے روئے جو جان دے رہا ہو منزل کے سامنے جس رانی نے ہم کو دودھ پلا کر پالا تھا۔ ہم اسی کے لڑکے کی بھی حفاظت کر کے اور غصہ دی سی بے عزتی پر کنارہ کش ہو گئے۔

روئے اور بچپان کا وقت کہاں رہا تھا۔ آخر لکھن شگ نے سچا بچھا کر فوج تیار کرائی۔ اور سب اسی وقت مسلح ہو کر دہلی کی طرف روانہ ہوئے۔

جب دہلی نزدیک رہ گئی آٹا اور او دل نے تبدیل سمیت کر لیا۔ اور گھوڑوں پر سوار ہو کر پرمختوی راج کے حیمہ میں ٹو کر می تلاش کرنے کے بہانہ سے داخل ہوئے اور کسی نہ کسی طرح بیلا کو اپنے آٹے کی خیر پہنچا دی۔

بیلا کو اب دہلی میں رہنا مشکل تھا۔ اسکی ماں رانی الٹا اور راجہ بھارتاہر کی پوجی اسکی نیت کو جان کر دونوں سچے لگیں۔ راجہ بھارتاہر! جو بے منت باد۔ جو کچھ ہونا تھا ہو چکا۔ تمہاری بچہ شادی ہو جائیگی! بیلا نے کہا۔ خبردار!

ایسے لفظ زبان پر نہ لادو مجھ کو ایسے گھر میں کسی طرح رہنا منظور نہیں جو اپنے داماد کو کرو
دھوکے سے قتل کر دیتا ہے۔

رائی خاموش کچھ جواب نہ دے سکی اور جب رات کا وقت آیا بھلا کسی نہ کسی بہانہ
سے محل سے نکل کر چند بلوچی فوج میں جا ملی لاکھن شنگھ کو بڑی خوشی ہوئی۔ کیونکہ
پرتھوی راج اسکی بہن سنجوگ کو چوری سے بھگا لایا تھا۔ بسے یہ خیال کیا یہ ایک قسم کا
بدلہ ہو گیا۔

جب تاہم نہ بھلائی کہ بیکار دشمنوں سے جا ملی اس نے اپنے ساتھ فوج لیکر دوبارہ
دالوں پر حملہ کر دیا۔ جو راجپوت تو کری کے لئے پرتھوی راج کے محل میں آئے تھے۔ آہٹا
اوقل بچے دلوں میں غصہ اور سوچ تھا۔ جب لاکھن شنگھ نے تاہر کو دیکھا بشیر کی طرح
گرتا ہوا اسکے سر پر اپنا زور و شور کیا تھا تلواریں چلنے لگیں۔ لاکھن کی رائیگن میں
کے کٹورے بن گئی تھیں۔ اس نے اس طرح انکو بری طرح سے مارا کہ تاہر مقابلہ کی تاب نہ
لا سکا۔ بھاگ گیا۔ اور پرتھوی راج کو فوج کے شانہ زادے کی مردانگی کا حال سمجھ
سنایا۔ وہ اسی وقت چڑھو ڈرا اور اپنے لشکر سے کہنے لگا: خبردار! یہ فوج والے لڑنے
نہ جاننے پاوے۔ پرتھوی راج کی آمد کی خبر پا کر سید۔ و منوال آہٹا۔ وغیرہ سب لاکھن کی
مدد پہنچے۔ بلوایں گھڑے لگیں۔ شور و محشر مچا ہوا۔ ایک نے دوسرے کو تکت تکت کر مارا
لاکھن چاہتا تھا کسی طرح پرتھوی راج اس کے مقابلہ میں آجائے تاکہ خاندانی
بدلہ لے سکے۔ پرتھوی راج کو اسکے ہاتھ لڑنے کی خواہش تھی۔ آخر دونوں ایک
دوسرے کے ساتھ بھڑکے۔ خوب ہاتھ پائی ہوئی۔

جب اوقے بنگھنے دیکھا کہ پرتھوی راج تیر اندازی کے فن میں لاکھن سے تیز
دست ہے جھٹ ان کے درمیان آگیا اور پرتھوی راج سے کہنے لگا: "حسن لو کہ
سے کیا لڑتے ہو؟ میرے مقابلہ میں آؤ جب پرتھوی راج اسکے سامنے آیا۔ لاکھن
دلی والوں کو برجی سے قتل کرنے لگا۔ دم کے دم میں خون کی ندیاں بہہ نکلیں۔
دلی کی فوج کے پاؤں اکھڑے دیکھ کر تاہر نے کہا: "سروار و خبر وار بھلا کا

ڈولا اسی نے نہ جانے پاوے۔ اسکو چھان لو۔ ورنہ دہلی کی ناک کٹ جائیگی۔ اسکی باتوں سے لوگوں کو جوش پیدا ہوا۔ پھر دہلی والے سمندر کی طرح اٹھتے ہوئے جھپٹے اور چند یوں کی کشتیوں کو مار کر بھلا کی پالکی پر قبضہ کر لیا۔ سید نے یہ حالات دیکھی۔ گھوڑے کو بڑ لگا کر موقع پر پہنچا۔ اسکی تلوار سے کتنے آدمی گھوڑے اور ہاتھیوں کے سر اٹ گئے۔ تاہم ڈولے کی رکھوالی کر رہا تھا۔ سید نے تاک کر اسکو تیر کا نشانہ بنانا چاہا۔ وہ تو بچ گیا۔ گھوڑے کو ضرب شدہ دیا۔ اور وہ میدان سے بھاگ نکلا۔ قندج کا شاہزادہ جو موقع میں تھا۔ اور ناک میں لگا ہوا تھا۔ بھلا کی پالکی اٹھا دی اور اپنے لشکر کے بیچ میں اسکو لا کر رکھ دیا۔

پھر قندجی ترک را چوت لڑتے رہے۔ مگر ہوباکے سرداروں نے جو کہ غصہ کی آگ سے مشتعل ہو رہے تھے۔ دہلی کی فوج کو دم کے دم میں غصہ کر دیا۔ آخر لشکر میدان چھوڑ کر بھاگ گیا۔ اور یہ بھلا کا ڈولا لیکر برہمن کے خیمہ میں آئے۔ برہمن سید۔ او دل۔ لا کھن سب سے ملا۔ قندج کے شاہزادہ کی تہنیت سے زیادہ تعریف کی۔ اور او دل سنگھ کا پتہ دل سے فکریہ ادا کیا۔

نیسوال گیت

بھلا اور تاہر کی لڑائی

برہمنی طرح زخمی ہوا تھا۔ خیمہ میں بسمل کی طرح پڑا ہوا تڑپ رہا تھا۔ بھلا اسے پاس گئی۔ اور پلنگ کے نیچے بیٹھ کر منہ کھا جھلنے لگی۔ راجا بھاری کا حسن دیکھ کر تہنیت بہت خوش ہوا۔ لیکن گھوڑی ہی دیکھ کے بعد اس سے مخاطب ہو کر کہنے لگا۔ سندری! دیکھ تیرے باپ کے مگر دوسری نے میری کیا حالت کی ہے! تو اسی کی لڑکی ہے۔ کیا عقلمند مکار و موزی باپ کی بیٹی کا اعتبار کرتے ہیں؟

پیلانے جواب دیا۔ پر ان ناخدا ایسی بات آپ کو زبان سے نہ نکالنی چاہیے اور
نہ ہر گز میں اس طرح جرأت کر کے محل سے خود بخود آپ کے پاس آئی ہوں۔ لہذا آپ کو
اور بھی میرے پاس خاطر کا لحاظ ہونا چاہیے۔ آپ ہی کہتے ہیں کہ میرا کیا اختیار تھا۔ گلے
اور کنیا دنیا میں بے اختیار بنائی گئی ہیں۔

برہمن نے کہا میں دل دکھائی ہوئی وجہ سے تجھ کو کچھ نہیں کہتا۔ لیکن اگر تو سچ
میری سیاری ہے تو اپنے ہاتھ سے مکار تاہر کا سر کاٹ کر لے آ۔ کیونکہ اسی نے
تجھ کو مکر کے جال میں پھنسا یا اور میری بات درگت کی۔

پیلانے کہا: آپ کا حکم سرور آنکھوں پر۔ لیکن قبل اسکے کہ میں لڑائی میں جاؤں
میرا بی کر کے ایک تہہ ساس کے درشن کیلئے مجھ کو مہربا بھیجتے ہیں۔ کیونکہ زندگی کا
کوئی اختیار نہیں۔ میں ان کو دیکھ کر پھر آپ کے حکم کو بجا لاؤں گی۔

برہمن نے اقول کی طرف نگاہ کیا۔ چھوٹے بھائی اجاوا اپنی بھانج کو مہربا دکھلا
دیا۔ مگر پیلانے اسکے ساتھ جانے سے انکار کیا۔ تب برہمن نے لاکھن کو بلانا چاہا۔ رانی
بولی: وہ سچو گنی کا بھائی ہے۔ کیا جانے خاندانی بدد کے خیال سے اسکی نفرت کس
طرح کی ہو جائے۔ میں اسکے ساتھ نہ جاؤں گی۔ تب برہمن نے آلتا کو اشارہ کیا اور پیلانے
اس کے ساتھ جانے کو راضی ہو گئی۔

پیلانے نے پرتھوی راج کو خبر دی کہ ڈولا مہربا جانے والا ہے اس نے چونڈا برہمن کو حکم
دیا کہ جیسے ممکن ہو بدوک لو۔ جانے نہ پاوے۔ وہ ہاتھی پر سوار ہو کر ایک جگہ موقع سے دیکھ
رہا۔ جب آتا دھڑ سے جانے لگا اس نے حملہ کر دیا۔ خیریت تھی اقول ساتھ تھے۔ وہ
چونڈا اسے پھینک گئے۔ یہاں اس موقع پر بھی ملی وال کی خوب درگت ہوئی۔ اولاہتا
رانی کو صحیح و سلامتی کے ساتھ مہربا لے گیا۔

جب بالکی مہربا میں پہنچی۔ مہن دیوی۔ اقول۔ سولوا پھولوا اور تمام شہر کا اشراف
نئی وطن کو دیکھتے آئیں۔ محل کے پھاٹک پر اسکی آرتی اتاری گئی۔ پیلانے اپنی ساس کے پاؤں
پر پڑی۔ رانی اور دیول وغیرہ نے اسکو منہ دکھائی میں بہت سے قیمتی زیور دیئے اور

وہ سب تھوڑی دیر کیلئے برہما کے دُکھ کو بھول گئے۔ رانی نے پوچھا "بیٹی! تو نے دیکھا ہوگا میرے بیٹے کا کیا حال ہے؟ اس نے ڈبڈبائی ہوئی آنکھوں سے جواب دیا "مانا! ازخ کارِ لکھ ہے زندگی کی امید نہیں ہے۔ چھاتی کے تلے کی بڑیاں چور چور ہو گئی ہیں، سر میں بھی زخم شدید ہے۔ میں صرف آپ کے ورثہ کیلئے ان کی اجازت لی کر آئی ہوں۔ ورنہ ایک دم کیلئے طبیعت عید اہونے کو نہیں چاہتی تھی!"

یہ سن کر رانی خنجر مار کر زمین پر گر پڑی۔ جب ہوش آیا۔ رونے لگی۔ میدانے تسلی دے کر کہا "ماتا! جیتنا مرنا ایشور کے اختیار میں ہے۔ انسان کا کچھ بس نہیں کیا آپ نہیں جانتیں گندھاری کے سوا لڑکے مارے گئے۔ سرری کرشن کے لڑکوں میں سے ایک بھی زندہ نہیں بچا۔ راون سے صاحب اولاد اولد مر۔ آپ صبر کرو۔ آپکا لڑکا میدان میں زخمی ہوا ہے۔ یہ موت کشتریوں کے لئے دُکھ داتی نہیں ہے۔ ان بالوں سے رانی کو کچھ دھارس ہوئی۔ پھر بلا چند راولی کے گلے سے لنگ کر لی۔ اور کہنے لگی "نند! مجھے کو اپنے بھائی کے رہنے۔ سونے اور بیٹھنے کی جگہ دکھا دو" اور جب اس کو وہ دھال بیگنی پہننے نے اپنے شوہر کی تمام چیزوں کو محبت سے بوسہ دیا۔ اور اپنی زندگی پر افسوس کرنے لگی۔

برہمانے ایک چندین کا بلوغ لگایا تھا۔ اس کے بھی دیکھنے کی خواہش ہوتی کیا ریلوں کی سجاوٹ اور بلوغ کی بناوٹ کو دیکھ کر بیلا کا غم تازہ ہو گیا۔ پھر رانی نے کیرت ساگر۔ مہوبا کے بارہ نال اور دوسرے فضائے مقامات کی سیر کر کے ملہن رانی سے واپس جانے کی اجازت مانگی۔

پھر وہ سرسایں اس جگہ آئی۔ جہاں کچھ موٹی موٹی سستی ہوئی تھی۔ سستی کا چوترا دیکھ کر اس کا کلیجہ پھٹ گیا۔ رو کر کہنے لگی "سچ موٹی! تو پہلی سستی ہے تیسرے پچھے خبر نہیں دہلی اور مہوبا کی کتنی عورتیں بوہ ہو گئی۔"

جب وہ سرسایں واپس آ کر خیمہ میں داخل ہوئی۔ برہمانے خوشی کا اظہار کیا۔ اور یاد دہانی کرتے ہوئے سمجھنے لگا۔ "پیار سی تاہر کا سر کے اتانک

لے مہوبا میں جا بجا مستند نالاب میں جو دیکھنے کے قابل ہیں۔

ہیں ہنکو دیکھ کر اطمینان سے اپنی جان دوں۔“ بیٹا نے کہا آپ جبر کرو۔ اب مجھ کو سوا
اس کام کے دینا میں کچھ بھی کرنا باقی نہیں رہا۔ آپ آہٹا سے کوئٹہ اسلمان منگوادے
آہٹا نے تعیل حکم کیا اور رانی مردانہ لباس میں سر سے پاؤں تک مسلح ہو کر
میرا گزنامی ملحقہ پر سوار ہوئی۔ او دل نے اس کے ہمراہ رکاب جانا چاہا۔ مگر اس نے
کسی کو بھی ساتھ نہیں لیا۔ تنویر کا بدلہ لینے کیلئے ایک ہی روانہ ہوئی ہو
دہلی کے قریب پہنچ کر اس نے پر حقوی راج کو خط لکھا جس کا معنہ منوں یہ تھا۔
داماد کے قاتل آہٹا کو جلد بھیج دے تاکہ میں اس سے تنویر کے خون کا بدلہ لوں
ورنہ میں دہلی کو جلا کر خاک سیاہ کر دوں گی۔“

جب دہلی پہنچنے پر پڑھا حیرت و حجب سے درباریوں کی طرف دیکھ کر کہنے لگا۔ لڑکی
نہیں یہ میری دشمن ہے۔ اسی نے جا کر برتا منگے کو زندہ کیا۔ تاہر جاو جس طرح ہو سکے
مہو بادلوں کو تباہ کر کے تباہ آؤ۔“

تاہر نے اپنا لشکر آراستہ کیا۔ دہلی کے مشہور لڑاکے جنہوں نے لڑائی میں کبھی ہٹ
نہیں دکھلائی تھی۔ اس کے ساتھ ہوتے اس دفعہ بہت بڑی فوج اس کے ساتھ تھی وہ
جب دہلی سے باہر آیا چند میل کے فاصلہ پر اس کے استقبال کیلئے مہو باد کی فوج
تیار تھی۔ اس طرح دونوں دل آپس میں ملے۔ جیسے سمندر کے وہانے پر ندیاں ملتی
ہیں ہتھیاروں کے کلرک سے آدمیوں کے کان بہرے ہو گئے۔ کسی کو اپنی جان کی پروا
نہیں تھی۔ سب جان پر کھینچے آئے تھے۔

تاہر بہت بڑا ناکاراج پوت تھا۔ مہو باد والوں کو تلواروں سے کاٹتا ہوا اسی جگہ پہنچا۔
جہاں ہٹا ہاتھ میں کھڑک لئے ہوتے زرہ بکتر پہنے دہلی والوں کو تلوار کے گھاٹا مار رہی تھی
تاہر نے اس کی طرف مخاطب ہو کر پوچھا۔ راج پوت تو کون ہے۔ جو اس طرح بے پرواہی دہلی کی فوج
کو پامال کر رہا ہے۔“ بیٹا نے مردانہ لہجہ میں جواب دیا۔ مکاروغا باز اور بیرحم تاہر تو نہیں جلتا
ہے۔ میں برہمن کھنڈ ہوں۔ اگر کشتی ہے تو آجھا۔ میرے اور تیرے مرنے ہی دونوں
خاندانوں کا خاتمہ ہے۔ ناحق خونریزی سے کیا غرض ہے۔“

یہ کہہ کر بیٹھی گھوڑے پر سوار ہوئی۔ تاہر اسکے مقابلہ پر اگر بھالا بھالانے لگا۔ اس نے
 کسی مرتبہ بھالا بھالایا۔ مگر کچھ پیش نہ گئی۔ جب بھالا بھالا بھالانے لگی۔ اتفاق سے اسکی
 کلانی کی چوڑیوں پر چونڈا براہمن کی نگاہ پڑ گئی۔ اس نے تاہر سے کہا:- راجا بھارا
 کیا کرتے ہو یہ برہمن نہیں ہے۔ بھلا ہے بخت بیخ بیخ ہم سے لڑنے آئی ہے۔
 تاہر کو سخت حیرت ہوئی۔ گویم مشکل و گرنہ گویم مشکل۔ نہ تاب فتن نہ رواندن
 ہن پر ہاتھ بیلنا کشتری کا کام نہیں۔ ابھی وہ حیرت ہی میں تھا کہ بیٹا کی لپکتی ہوئی
 تلوار نے اسکے سر کو دھڑ سے جدا کر دیا۔ اور وہ اسکو اٹھا کر بھٹ پٹ خیمہ کی طرف اسی تہی
 جب ہلی کی فوج واپس گئی۔ سوار پر بھنوی نے سنا کہ بیٹا کے ہاتھ سے تاہر کی موت
 ہوئی۔ اسکو سخت رنج تھا۔ اگلا رانی رو رو کر کہنے لگی۔ جب اس بخت کی شادی ہوئی
 تب سے میرے سات لڑکے ایک ایک کر کے مے گئے۔ خاندان کا آخری چراغ تاہر تھا۔ وہ بھی
 گل ہو گیا۔

تمام دہلی میں شور مچ گیا۔ مرد عورت سب ماتمی لباس پہنا۔

حرم بادشاہی میں پڑاغل
 بچہ ہونفتان دھڑے جزو گل
 گریبان مثل گل غم سے کیا چاک
 کوئی دیوار پر سردار تاخت
 کوئی چھاتی پہ بھتہ سردار تاخت

خوشتر

سوال گیت

چندن بگیا کی لڑائی!

برہماوند کی وجہ سے خیمہ میں پڑا ہوا کراہ رہا ہے۔ اسکے تمام خیمہ میں درد تھا۔ مایہو

سے کہنے لگا "اب میرے مرنے کا وقت قریب آ گیا۔ زندگی کے صرف چند لمحے باقی رہ گئے ہیں۔"
جب یہ کہہ رہا تھا بیتا رانی تاتہر کا سر ملے تھیں لے ہوئی آئی "پران ناٹھ! لود کھیو یہ
یہ تمہارے دشمن اور میرے بھائی تاتہر سنگھ کا سوچا اب تو تم کو میری وفاداری کا یقین
ہو گا۔ سوامی! ستری کا پتی کے سوا اور کوئی نہیں ہے وہی اسکی دنیا ہے۔"

برقمانے خوشی کے لمحے میں کہا "سندری! تو سچی بتی ورتا ستری ہے! لیور تجھ کو
پر لوک کا شک دے۔ اب میں خوشی سے جان دوں گا۔ تم جو بے میں جا کر آرام سے
رہو۔ تمہارے دیکھنے سے رانی منن دیوی کو راحت ملے گی۔"

صرف اشیا ہی کہنے پایا تھا۔ کہ برقمانے کی گھاسی سنبھ گئی۔ آنکھیں ناچنے لگیں
ہاتھ پاؤں اکڑ گئے۔ اور وہ جان بحق تسلیم ہوا۔

بیتا اسکی حالت دیکھ کر زمین پر گر پڑا۔ اس طرح چلا کر روئی کہ سنسنے والی
کا کلیجہ پھٹنے لگا۔ ہاتے پران بتی! ابھی میری شادی کی چوڑی بھی میلی نہیں ہوئی
تھی نہ مجھ کو تمہاری سیج پر پاؤں دھرنے کا موقع ملا۔ اور تم لوں ہی چھوڑ
کر چل بسے۔ لاکھن اور اوڈل کہنے لگے "رانی صبر کرو۔ تقدیر کے آگے تدبیر نہیں ملتی
رہنے چلانے سے کچھ ہاتھ نہ آئے گا۔ جلو ہو یا کی سلطنت بہت وسیع ہے۔ تمہارے
یہاں پارس پتھر ہے۔ دولت اتنی ہے کہ جس کا حد و حساب نہیں۔ جو ہونا تھا
ہوا۔ تدبیر کنندہ تقدیر زندہ خندہ" ہماری دعا علاج نے کچھ فائدہ نہیں
کیا اور بھائی ہم سے جدا ہو گیا۔"

بیتا بولی بنا پھر رائے! ہم مجھ کو کیا سمجھاتے ہو؟ کیا مجھ میں اتنی بھی عقل نہیں۔
افسوس میں دنیا میں رہ کر گناہ بن کر آئی تھی۔ میری وجہ سے دونوں مکمل کا ناش ہوا
ہو یا اور دہلی میں کوئی چہرہ بتی کہنے والا بھی نہیں رہ گیا۔ میرے لئے اب دنیا
میں سکھ چین کہاں! جاؤ چھوٹے بھائی! دہلی کے چندن بگیا سے چندن کاٹ
کر لاؤ۔ اور میرے لئے چتا تیار کر دو۔"

اوڈل کہنے لگا "بھیا بھی! ہم دہلی ابے جائیگے۔ بھائی کے مرنے سے ہمت کی کمر

ٹوٹ گئی۔ چندن سہم کو اور جگہ سے لادیں گے۔
 پتلانے کہا: "اودل! بات تو تم جا کر چندن لاؤ۔ یا میں بددعا دوں گی۔ تم بھیم ہو جاؤ۔"
 لاکھن نے بھی اودل کو بھجایا۔ پہلا کی سرخ سرخ آنکھیں دیکھ کر وہ ڈر گیا۔ کیونکہ
 اس پرست چڑھ گیا تھا۔

آخر اودل اور لاکھن صلاح کے جتنا پار گئے۔ اور چندن بگیا میں چکر دھرت دھکا
 لگے۔ مالی نے شور مچایا۔ دہلی کی فوج بلغ کی حفاظت کیلئے آکر مستعد ہو گئی۔ اس
 عرصہ میں اودل نے بہت سے درخت کٹوائے اور انکو چھکڑے پر لاد کر خیمہ کی طرف روانہ کر دیا۔
 چونڈا براہمن موقع پر پہنچا چھکڑے کو روک کر اودل سے لڑنے آیا۔ اودل نے کہا
 براہمن! تو جی۔ اپنی راہ لگ۔ برہمن مار گیا۔ پہلا اسکے ساتھ سستی ہونے والی ہے۔ اور اگر
 تو نہیں مارتا تو جانتا ہے۔ اودل کو زندگی بھر لڑائی بھڑائی کے سوا اور کوئی کام نہیں رہا ہے۔
 چونڈا نے سمجھا یہ راجہ کے مرنے سے بہت ہمت ہو گئے ہیں تو جی اچھا ہے۔ ان
 سے بدلیں۔ اس نے گدا اٹھا کر اسکے سر پر مارا۔ بنیدل پھیر گیا۔ سوار کو ضرب سینوں کی
 دے سنکھ بکائیرو والا اور برہمن گنگا نجر والا دونوں لشکار نکال کر لڑنے لگے۔ برہمن گنگا
 ہتھیار چلاتے وقت غلطی کی مہی وقت مارا گیا۔ برہمن گنگا نے دے سنکھ کا مقابلہ کیا
 وہ بھی گھیت رہا۔ لاکھن نے اپنے ماموں گولکاشنگ کو بھیجا۔ اس نے پہلے سے اسکی جان
 لے لی ہیرا منی چرکھاری والا گولکاشنگ کے سامنے آیا۔ گولکاشنگ نے اسکو بھی ختم کر دیا۔ غرضیکہ
 اس طرح بہت آدمی مارے گئے۔ آخر براہمن میدان چھوڑ کر بھاگ نکلا۔ تب اودل
 چھکڑا لدا کر خیمہ میں لے آیا۔

بتیسواں گیت

چندن کھمبا کی لڑائی
 پہلا اظہار میں پہنچی تھی۔ جب اس نے چندن کے درخت دیکھے۔ کہنے لگی: "دہلی

جا کر سوکھے چند دن لے آؤ۔ تب میں سستی ہوئی گیلے رختوں سے کام نہیں لے گیا۔
 مجبور لاکھن سنگھ اور اودل پھر دہلی گئے۔ دیوا۔ بنارس کے سید اور جگننا ایک سب
 ساتھ تھے۔ جنما جی کے کنارے سے چند دن کے بارہ گھوڑے اکھاڑ کر جھکیڑوں پر لاندے لگے۔
 دیر جگننت نے خبر پائی۔ لڑنے کے لئے آیا۔ یگر اسکی کچھ پیش نہیں گئی۔ راجہ انگد گوالیر دا
 اور پرشور۔ دونوں جگننا ایک کے ہاتھ سے قتل ہوئے اور چند میل انکو لپکا کرتے ہوئے
 دہلی کے محل تک چلے اور انکا رانی کے محل پر دھاوا بول دیا۔ لاکھن سنگھ کو سبجو گنی کے
 بدلہ کا خیال تھا۔ وہ چاہتا تھا کسی طرح متوجع ہاتھ آئے۔ مگر جگننا ایک نے مخالفت کی اور
 کہنے لگا۔ میں کبھی گوارا نہ کروں گا۔ کہ بے بسی کی حالت میں کوئی شخص دہلی کی عورتوں پر ہاتھ
 اٹھائے۔ مگر اودل نے کہا۔ کچھ بات نہیں یہ وہی لاکھن ہے جس نے پھور کے مقابلے میں
 عماری بدلے ہے۔ اگر وہ بدلہ لینے کا خواہشمند ہے تو جگننا ایک کی فراحت نہ کرنی چاہیے۔
 یہ کہہ کر اودل نے ہلا بول دیا۔ پرتھوی راج کی رانی محل سے باہر آئی اور کہنے لگی۔ پول
 کے پتھر اُچھڑاؤ! اگر تم عورتوں پر ہاتھ چھوڑتے ہو۔ خواہ انکی بیعت کر تے ہو۔ تو دنیا میں
 تم کو دینا می ملے گی۔ آج دہلی میں کوئی نہیں ہے جو تمہارا مقابلہ کرے۔ پتھوراسہن کی
 لڑائی میں گئے ہوئے ہیں۔ اودے سنگھ نے جواب دیا۔ "آپ میرے نزدیک مہن دیو سی
 سے کم نہیں ہیں۔ آپ کی بے حرمتی نہ کرے گا۔"

مگر لاکھن کو اپنی بات کی ضد تھی۔ پھر اودل اور جگننا ایک نے صلاح کر کے رانی سے
 کہا۔ "کسی باندی کو رانی کے ہنڈیے میں بھیڑنا کہ لاکھن سنگھ اس موقع پر زیادتی نہ کرے پاؤں
 رانی نے اس کے موافق عمل کیا جب ڈولا محل سے آدھو کر بازار کی طرف سے نکلا اودل
 نے لاکھن سے کہا۔ "تمہارا بدلہ ہو گیا۔ بہتر ہے۔ اب ڈولے کو محل کی طرف واپس بھیج دو۔ پرتھوی
 راج کی رانی کو لپکا کر کیا کرو گے۔" لاکھن بھی راضی ہو گیا اور خوشی سے اس نے ڈولے
 کو واپس کر دیا۔

ابھی اودل وغیرہ چند دن کو لئے ہوئے راہ ہی میں تھے کہ پرتھوی راج کو ان کے آنے
 اور چند دن اٹھا لیجانے کی خبر ملی۔ وہ دھاوا کر کے آیا اور انکو راہ میں گھیر لیا۔

دونوں طرف کے راجپوت تلواریں کھینچ کھینچ کر بل پڑے ہزاروں آدمی دم کے دم
میں برباد ہو گئے۔ قنوج اور صوبے کی فوج بمشمار مٹی پر مقوسی راج آخر میں نہایت
پیشانی ہوا اور شرم و حجاب سے فالیں چلا گیا۔ اور اودل چندن کو لئے ہوئے۔
خیمہ میں پہنچے۔

چونتیسواں گیت

بیلہ کا ستی ہوتا اور آخری لڑائی

جب چندن کے کہنے آگے بیلانے لاکھن گھسے کہا۔ ایسی جگہ جتا تیار کرو جہاں
ہلی اور صوبہ کی سرحد ملتی ہو۔ میں اسی جگہ اپنا پرانے تیگ کروں گی۔
لاکھنی سنگھ نے آلتا اودل سے مشورہ کیا کہ سرحد تلاش کی اور وہاں چٹان بنائی
رائی ہلا دیوی شوہر کی لاش لیکر جتا پر چلنے کیلئے تیار ہوئی تمام صوبہ اس تماشا کے
دیکھنے کے لئے اکٹھا ہوا چٹانوار سی گئی۔ بیلہ اچھے اچھے لباس اور زیور پہن کر
شوہر کی لاش کو گود میں لئے ہوئے اس بات کے انتظار میں ہے کہ کوئی شخص جتا
کو آگ لگا دے۔

اتنے میں برہمچاری راج اپنی فوج لئے ہوئے وہاں آ پہنچا۔ ہلی نے اس سے کہا
”اگر تمنا ہے تو جتا کو آگ لگا دو تو نہایت شرم کی بات ہوگی۔ لوگ کہیں گے۔
برہمچاری راج کی لڑکی اور اس کا وگدہ سنگھ راہیرتی کے لڑکوں نے کیا!
”یہ سنگھ غیرت کا مارا پر مقوسی راج وہاں آ کر کھڑا ہو گیا۔ جہاں سستی ہوئی وہی وقت
باجے بچ رہے تھے۔

برہمچاری راج ہاتھی پر سوار تھا۔ کسی کو یہ امید نہیں تھی کہ اس موقع پر بھی
لڑائی ہوگی۔ راجہ نے کہا جو کوئی چیل کی میں میں یہاں موجود ہو۔ وہ جتا کو آگ

میں دلوں سے۔ دوسرے کسی کو جینا جلانے کی اجازت نہیں ہے۔ اگر اوتھے سنگھ نے چٹا
جلانی تو ابھی پرے کا سامان موجود ہو جائے گا۔
او دل سنگھ نے کہا: مجھ کو بتلانے پہلے ہی سے حکم دیا ہے کہ تم ہی میرا وگدھ
سنگھار کرنا۔ اسی لئے اسے راجہ اس ہتھار ہی بات کو نہ مانوں گا۔

یہ کہہ کر اس نے اسی وقت چٹا کو آگ دے دی +
پریشوی راج نے حکم دیا۔ مارو موبالو انکو۔ ان میں کوئی بھی زندہ نہ جانے پاوے۔
حکم کا ملنا تھا کہ چونڈا۔ دھاندھو۔ ویر بھگتا وغیرہ تلواریں کھینچ کر مار دھاڑ کینے
لگے۔ سید۔ دیوا۔ او دل اور اتانے بھی اپنی کٹاریں کر سے کھینچ لیں اور اس طرح آپس میں بھڑکتے۔ کہ
کسی کو تنہا نہیں رہی۔ خبر نہیں رہی۔ پھر پڑے کا زمانہ آگیا۔ تلواریں جھینے لگیں۔ گوئے بڑے
لگے۔ تیر ونگی وہ موسلا دھار بارش ہوئی کہ آسمان پر تار پٹی چھا گئی۔ لڑا اکونکے ہاتھ
وہ اس طرح آسمان پر اڑ رہے تھے۔ جیسے پیل اور کوئے منڈلاتے ہیں۔ دونوں طرف برابر
کی تعداد تھی دونوں طرف کے آدمی لڑنے کے لئے پہلے ہی سے مستعد ہو کر آئے تھے۔
سب کو زندگی کی طرف سے مایوسی تھی۔ جو بکے سامنے پڑا۔ اسی پر ہاتھ اٹھ گیا۔ سارا
میدان کشتل سے پٹ گیا +

ایک طرف چٹا جل رہی ہے۔ بھلا شوہر کی لاش کو گود میں لئے ہوئے شاہی
شناختی سے سیٹھی ہے آگ کے شعلے بلند ہو رہے ہیں۔ دوسری طرف موبالو اور دیوا
کے آدمی ایک دوسرے کے خون کے پیاسے بنے ہوئے وناون تلواریں چلا رہے ہیں +
بنارس کا سید ویر بھگتا کے ہاتھ سے مارا گیا۔ اس طرح اس نے آگیا او دل کی
رفاعت کا فرض آخر دم تک ادا کیا۔ ویر بھگتا لنگا ٹھا کہے ہاتھ سے قتل ہوا۔ لاٹھن
اور پریشوی راج بھی لائے ہوئے ایک دوسرے کے سامنے آئے لنگا ٹھا کہ دھاندھو۔ دلی
والے کے ہاتھ سے پر لوک کو سیدھا رلا اسکا مرنا تھا کہ اسکا بھانجا لاٹھن سنگھ نے چھوڑ
کو اڑ لگائی اور دھاندھو پر ایسا تن کر ہاتھ مارا کہ وہ جانیر نہ ہو سکا +
پتھورا ولی پتھاندھو کی مدد پر آیا۔ مگر اس کے آنے کے پہلے ہی اسکا کام

ختم ہو چکا تھا۔ پرتھوی نے لاکھن کو آکر دیا لیا۔ اور کہنے لگا تم کو یوں ناحق لڑ رہے ہو۔ تمہارے
 تمہارے درمیان لڑائی کسی بات سے اب بھی ہم سے ملجا تو ہے۔ چند دن بھر ہو گئے۔ اس کی عقل بڑھ
 گئی۔ تم اللہ کے فضل سے لڑکے ہو۔ اگر میرے ہاتھ سے گئے تو مجھ کو دنیا بدنام کرے گی۔ اب تک
 تم نے دنیا کا کچھ سکھ نہیں دیکھا۔ بہتر ہے لڑنے سے باز آؤ۔ لاکھن نے جواب دیا جب تک میں
 دہلی کو لوٹ کر آؤں نہ لگاؤں لگاؤں مجھ کو چین کہاں آؤں۔ اے خاندان کا دشمن ہے۔ جو
 راجپوت دشمن کی دشمنی کو قبول جاتا ہے۔ وہ بزدل ہے اور ترک کو جانتا ہے۔ ہم کبھی
 نہ امید کر دیں۔ میں بنا پھول کو چھوڑ کر تم سے ملوں گا۔ یہ کہہ کر اس نے وہ تیر مارا۔ کہ
 پرتھوی راج جھنجھلا گیا۔ پھر پرتھوی نے تیر چلائے۔ لاکھن سگھ کو زخم کاری لگا
 اور وہ بنا پھول کی دوستی میں دہلی ہی ٹھنڈا ہو گیا۔ مگر دنیا سے اپنے ساتھیوں کی
 لاکھن کا رونا تھا کہ او دل کا دل بکھرا اٹھا۔ چونڈا نے آکر اس کو جبر سنانی پر او دل نے
 کہا "جب میرا دست دنیا میں رہا تو اب یہ زندگی بھی میری ہے چونڈا! آؤ مجھ کو جلدی تلوار
 کی ضرب ختم کر دے۔ مگر چونڈا او دل کے نام سے ڈرتا تھا۔ او دل اس کے ارادہ کو بھاپا
 گیا۔ بنیڈال کو اڑھائی گائی وہ چونڈا کے ہاتھ کی مشکے جا دھکا اور او دل نے اپنا سر
 جھٹکا دیا۔ چونڈا نے اس کو کاٹ لیا اور پھر سوار و گھوڑا دو لوں میں پر آ رہے
 او دل کے مرتے ہی سناٹا چھا گیا۔ مار دھاڑ کی آواز بلند ہوئی پھر تو اپنی اپنی باجی
 پر دیوا۔ جگنک اور مویا کے تمام سردار ایک ایک کر کے مے لڑنے والوں میں اس
 وقت صرف آہا انل اور دہلی کی طرف پرتھوی اور چونڈا صرف چار آدمی باقی رہے آہا
 نے سن کر چونڈا نے بڑی نامرزی سے او دل کو مارا ہے۔ گھوڑے کو اڑھائی لگا کر وہ اس پر چلی
 کی طرح گرا۔ اور کہنے لگا "اے مردود دغا باز اس طرح بھی کوئی کسی کو مارتا ہے دیکھ او دل
 کا بدلہ میں یوں لیتا ہوں۔" ایک ہاتھ کے لگتے ہی چونڈا کا سر گردن سے الگ جا پڑا۔
 اٹھانے پرتھوی کو بھی ہکا بکا کر اس کی مشکیں کس لیں سگر جان سے لیں مارا۔
 دہلی اور مویا میں خبر گئی کہ آخری لڑائی میں صرف تین آدمی آہا پرتھوی
 اور انل باقی بچے جو وقت پہلو اور لوٹا اور دیول نے سنا آنکھوں کے سامنے اندھیر چھا

گیا۔ سونو کہنے لگی۔ اے کوکی ہوگی کہ خود زندہ رہا اور اپنی زندگی میں چھوٹے بھائی
کی حفاظت نہ کر سکا۔

آہستہ آہستہ اس کا بیٹا بڑا ہوتا ہے۔ پیری ماں کی کتنی ہے؟ یہ میری ہتھیلی
پیری ماں ہے۔ بھگت میں دہرم کرم کچھ نہ رہیگا۔ اسلئے اب دنیا میں رہنا فضول ہے۔ یہ کہہ کر
اندل کو لیکر وہ کدلی کے جنگل کی طرف چلا گیا۔ سونو انہارا اس کے پیچھے پیچھے لگا رہی
مگر آگے توجہ نہیں کی۔

دیول اولاد کے دھکے کونہ بڑاشت کر سکی تڑپ پڑ کر مری۔ سونو پہلوا اور چتر بکھیا
یہ سب چتر پر بیٹھ کر حل گئیں۔ دیولی اور جو بے دونوں مردوں سے خالی ہو گئے۔ ہر جگہ رات
اور بیوہ عورتوں کی ماتم کی صداقت اور دل کو سنبائی دینے لگی۔

راتی ملن دیوی کی اُمید کا خاتمہ ہو گیا۔ اس کے شاہی خزانے سے پارس پتھر کو لیکر ساگر
میں ڈال دیا۔ ابہر بریال نے گیارہ دن تک فاقہ کشی کر کے جان دیدی ملن دیوی اس
کی لاش کے ساتھ زندہ جلی۔

ہو یا یاد دہلی میں جا بجا سستی کے چپتر سے نظر آتے ہیں یہ سب اپنی وقت کے سنسے ہوئے
ہر یہ نہیں کا خاتمہ پہلے ہی جا بجا تہ میں ہو چکا تھا جو کچھ کچھ کشتری رہ گئے تھے
وہ اس دی اور جو بے کی لڑائی میں ختم ہوئے بھانت فانت ہو گیا۔ اس کی ساری عظمت
خاک میں مل گئی۔ جو آجکل اپنے آپ کو کشتری کہتے ہیں وہ کشتری نہیں۔ جنگو راہمن
کہلانے کا دعویٰ ہے وہ نامتی منہ کی کھاتے ہیں۔ نہ یہاں راہمن ہیں نہ کشتری
میں پھر انکو وہ منہوں میں سے جو آج دیکھے جاتے ہیں کس کو کیا کہو گے؟ اس کا جواب ہم
لیا دیں! ہر شخص اپنی نسبت خود ہی سوچ سمجھ کر فیصلہ کرے!

نہ ہم رہے۔ نہ وہ شان آبروی رہی نہ جو صلہ میں وہ۔ اور وہ نہ آرزو رہی
چمن اچڑ گیا۔ بیل کی جا میں ناغہ و زعم نہ پھول پھول ہی رہے اور نہ ہی بوی ہی
نہ ہم میں علم و مہر ہے۔ نہ ہم میں عقل و شعور نہ وہ نہالی اول ہے نہ اگلی تو ہی نہ ہی

مکھنڈ

گیلانی الیکٹریسیں لاہور میں ہتمام سوم پرکاش پرنٹر پبلشر جمپ کرنا ایچ ہونی

